

ایک مقلد اور غیر مقلد کا دلچسپ مکالمہ اور

غیر مقلد کی توبہ

مع اضافہ مفیدہ

ہم اہلسنت ہیں یا اہلحدیث؟

تالیف

ابوسعبد محمد عابد عمر غفرلہ

استاذ جامعہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال

مکتبہ اہل سنت موہڑہ کور چشم چکوال

ایک مقلد اور غیر مقلد کا دلچسپ مکالمہ اور

غیر مقلد کی توبہ

مع اضافہ مفیدہ

ہم اہلسنت ہیں یا اہلحدیث؟

تالیف

ابوسعبد محمد عابد عمر غفرلہ

استاذ جامعہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال

مکتبہ اہل سنت موہڑہ کور چشم چکوال

0334-8706701
0543-421803

النور پبلیکیشنز چکوال

رائے گرامی

محقق العصر مناظر اسلام حضرت مولانا عبد الحمید صاحب تونسوی

الحمد لاهله والصلوة علی اہلہا ما بعد ارشاد ربانی "کل حزب بما لدیہم فرحون" کے بمقدار کچھ عرصہ سے ایک ایسا فرقہ نمودار ہوا ہے جو بلا شرکت غیرے تنہا حدیث پر عمل کا مدعی ہے اور دیگر مسلمانوں، بالخصوص احناف کو گمراہ تصور کرتا ہے (کبیرت کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولون الا کذباً) شروع میں تو اہل علم نے ان کی طرف توجہ نہ دی مگر اس فرقہ کی شرانگیزی اور شدت میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا، روافض کی طرح یہ لوگ بھی ائمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم، بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رضی اللہ عنہم کے خلاف زبان طعن دراز کرنے سے باز نہیں آتے، نام نہاد سلفیوں کی یہ روش بغض صحابہ کی غماز ہے۔ دراصل یہ لوگ "غیر مقلدین" اور "اہل ہوا" ہیں جو کہ تمام مسلمانوں کیلئے اب دردمس اور دینی معاشرے کا ناسور بن چکے ہیں، ضد، عناد اور ہٹ دھرمی ان کی رگ رگ میں سرایت کر چکی ہے۔

ستم کیشی کو تیری کوئی پہنچا ہے نہ پہنچے گا
اگرچہ ہو چکے ہیں تجھ سے پہلے فتنہ گر لاکھوں

اہل علم حضرات سے ہماری استدعا ہے کہ ان کی فتنہ پردازی اور شرانگیزی کا دلائل و براہین سے سد باب کریں، ماشاء اللہ اس سلسلہ میں مولانا محمد عابد عمر صاحب مدظلہ استاذ جامعہ عربیہ اظہار الاسلام و خطیب جامع مسجد گلشن صدیق اکبر چکوال نے دوحہ رسالے شائع فرمائے ہیں، تمام دوستوں کیلئے ان کا مطالعہ بیحد مفید ہوگا۔ دعا ہے کہ اللہ کریم رسالہ ہذا "غیر مقلد کی توبہ" کو دیگر غیر مقلدین کیلئے بھی توبہ کا ذریعہ بنا کر انہی مسلک حق اہل سنت والجماعت سے وابستگی نصیب فرمائے۔ اس دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

(حضرت مولانا) محمد عبد الحمید تونسوی عفا اللہ عنہ

حال وارد جامعہ مسجد گلشن صدیق اکبر چکوال۔

یکم ربیع الاول ۱۴۳۲ھ

رائے عالی

استاذ العلماء حضرت مفتی جمیل الرحمن دامت فیوضہم العالیہ

شیخ الحدیث و مدیر جامعہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

خاتم المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے دو نعمتیں اتاری ہیں ایک حافظہ کی دوسری فہم کی، حافظہ کی نعمت محدثین کو عطا کی اور فہم کی نعمت مجتہدین کو، یہی وجہ ہے کہ محدث لاکھوں احادیث کا حافظ ہو کر بھی مجتہد کا مقلد ہے جیسا کہ امام مسلم، امام ابو داؤد، امام نسائی اور امام ترمذی رضی اللہ عنہم وغیرہم، اس کی صرف یہی وجہ ہے کہ محدث الفاظ شناس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور مجتہد مزاج شناس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی محدث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے الفاظ کی معرفت ہے اور مجتہد کو ان الفاظ کے منشاء کی معرفت ہے، محدث نے اپنے حافظہ میں الفاظ کو محفوظ کر لیا اور مجتہد نے اپنے فہم سے منشاء کو محفوظ کر لیا، جس کی وجہ سے ظاہری الفاظ میں جو مسئلہ ہے وہ بھی محفوظ ہو گیا اور منشاء میں جو مسئلہ بیان ہوا وہ بھی محفوظ ہو گیا۔ الحاصل محدث کے حافظہ سے منصوص (ظاہری) مسائل کی حفاظت ہوئی اور مجتہد کی فہم سے غیر منصوص (غیر ظاہری) مسائل کی حفاظت ہوئی، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دو نعمتوں سے پورے دین کی حفاظت فرمائی ہے۔

اب اس پر فتن دور میں صرف اہل سنت والجماعت ہی ہیں جنہوں نے اپنا رابطہ دونوں جماعتوں (محدثین اور مجتہدین) سے جوڑے ہوئے پورے دین کی پاسداری میں مصروف ہیں، ان کے مقابلہ میں منکرین حدیث جو محدثین رضی اللہ عنہم پر بے جا اعتراضات کرتے اور احادیث کو ناقابل عمل سمجھتے ہیں اور منکرین فقہ جو مجتہدین رضی اللہ عنہم پر بے محل ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فقہ کو ناقابل عمل گردانتے ہیں گویا دونوں کی محنت اور فکر ایک ہی ہے کہ امت محمدیہ کو پورے دین پر عمل نصیب نہ ہو سکے۔ اس نکتہ نظر سے دیکھا جائے تو دونوں فرقے اسلامی لہادے اوڑھ کر گمراہی پھیلانے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اس

لئے علماء حق نے اپنے اپنے زمانہ میں دونوں فرقوں کا علمی دلائل اور عملی محنت کے ساتھ خوب خوب سد باب کیا ہے۔

ماشاء اللہ مولانا محمد عابد عمر صاحب مدظلہ نے اسی فکر کے ساتھ فتنہ غیر مقلدیت (یعنی منکرین فقہ) کے خلاف لکھے گئے ایک مفید رسالہ ”غیر مقلد کی توبہ“ کی اشاعت کا اہتمام کیا ہے اور آخر میں اپنا مضمون ”ہم اہلسنت ہیں یا اہلحدیث؟“ لکھا، بندہ نے اس کو بالالاستیعاب پڑھا اور خوب پایا۔ ویسے تو مولانا کی طبیعت جمالی ہے مگر دینی مزاج جلالی ہے جو مضمون سے ظاہر ہوتا ہے یہی چیز صلابت فی الدین (دین میں پختگی) کی علامت ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کی اشاعت کو امت کے لئے نافع بنائے اور مولانا کے نامہ اعمال میں صدقہ جاریہ کا ذریعہ بنائے آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

(مولانا مفتی) جمیل الرحمن (صاحب)

خادم جامعہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال

۲۹ جمادی الاول ۱۴۳۲ھ

کسی سچائی سے اب عہدِ غلامی کرلو

ملتِ احمد مرسل کو مقامی کرلو

کلام: علامہ رابعی

گفتنی ناگفتنی

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله وعلى اله واصحابه وائمة الى يوم اللقاء۔
طبقہ ناجیہ اہلسنت والجماعت سے علیحدہ ہو کر جدید تشخص سے اب تک جو بھی سامنے آتا ہے ذلت و رسوائی اس کا مقدر بن کر رہی ہے، یہ ایسا الہی حصار اور نبوی معیار ہے جو ہمہ ہمہ زلف و ضلال حفاظت کرتا اور بچاتا ہے، یہ روشنی کی ایسی لازوال کرن اور ربانی نور ہے کہ بارگاہِ لم یزل نے اس کے لئے ازل سے واللہ متم نورہ لکھ دیا ہے۔ لہذا اس نام اور عنوان سے ہٹ جانا شریعت اسلامیہ سے نہایت بڑی ناراضگی اور قبیح حرکت ہے، یہ بات بھی مجمع علیہ ہے اہلسنت والجماعت وہی لوگ کہلاتے ہیں جو ائمہ اربعہ کے مقلد ہیں، انہی چاروں اماموں کے قبیحین کو مقلد اور سنی کہا جاتا ہے اور اس چوکور سے پہلو تہی کا نام زلف و ضلال اور غیر مقلدیت ہے جو نہ کل قابل تسلیم تھی اور نہ ہی آج قابل قبول ہے۔ اہلسنت والجماعت شریعت اسلامیہ کے ہمہ جہت خادم اور جائز پاسبان ہیں، دین اسلام کی خدمت کے جتنے میدان ہیں ان کی بالائی فہرست سے لے کر زیریں تک ان کے علاوہ کسی کا نام ملنا ہی محال ہے۔ (۱) علمی و تحقیقی اور بحث و تمحیص کا میدان (۲) مبارزت یا عالمی جہاد کا میدان (۳) تصوف، مجاہدہ اور ریاضت و نفس کشی کا میدان، ان تینوں میدانوں میں قیادت کل بھی ہماری تھی اور بحمد اللہ آج بھی ہماری ہے۔ اور یہی وہ تین بڑے محاذ ہیں جنکی روشنی سے پوری کرہ ارضی صحیح اسلامی تعلیمات سے منور کر رہی ہے۔ ان میدانوں میں غیر مقلدین اور لاندہوں کی خدمات صفر کے درجے میں ہیں۔

خلافت اسلامیہ کے تمام خلفاء اور ان کے گورنر، عساکر اسلام کے تمام سالار اور ان کے زیریں کمانڈر اور پھر انکے ماتحت لاکھوں کے ٹڈی دل بہادر اسلامی سپوت سب کے سب مقلد، علمی اور فکری محاذوں پر کروڑوں حفاظ قرآن، ہزاروں حفاظ احادیث اور لاکھوں علماء راہنیں، مناظرین متکلمین غرضیکہ جتنے بھی اساطین امت ہوئے سبھی ائمہ اربعہ کے مقلد ہی تو تھے، چودہ سو سال کے سارے صوفی بزرگ آخر غیر مقلد تھے کیا؟ یہاں کوئی غیر مقلد نظر نہیں آتا، یہ طبقہ جب بھی نظر آئے گا تو حامی دین نہیں بلکہ ماحی دین کے روپ میں تخریب کرتا نظر آئے گا۔

الحاصل: تعمیر اور تعبیر دین کی جتنی اہم ذمہ داریاں ہیں اللہ تعالیٰ نے وہ ساری کی ساری اہل سنت

والجماعت مقلدین کے کھاتے میں لکھ چھوڑی ہیں ان لوگوں کا وہاں کوئی عمل دخل نہیں ہاں فساد فی الارض اور شکوک و شبہات کے جالے بنانا ان کا مرغوب اور محبوب مشغلہ ہے، نمازی لوگوں کو مساجد سے دور کرنا اور ان کے قلوب میں شکوک و شبہات کی فصل بوکر ان کو بے دینی سکھانے میں یہ طبقہ ایک مکروہ مثال بنا ہوا ہے۔ ساری امت سے اپنا تعلق واسطہ کاٹ کر بد کے ریوڑ کی مثل زندگی گزارنے والے یہ من چلے ہمہ وقت اپنے چودہ سو سالہ اکابر و اصاغر کو گالیوں کا تحفہ بھیجنے میں مصروف اور ان کو کافر مشرک کی سندیں پکڑا کر یہود و نصاریٰ کو نہ جانے کیا پیغام دینا چاہ رہے ہیں۔ ہر شہر میں ان کے تانکے کی سواریوں کے برابر افراد ہر کسی کو یہ باور کراتے نظر آتے ہیں کہ توحید صرف ہم پر منکشف ہوئی ہے باقی امت مسلمہ تقلید ائمہ کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج اور مشرک ہے، ان لوگوں کی اخلاقی گراوٹ کی اس سے بدتر مثال آخر کیا پیش کی جاسکتی ہے۔

آدم برسر مطلب۔ بندہ نے رسالہ غیر مقلد کی توبہ کا جب مطالعہ کیا تو محسوس ہوا کہ دریا کوزے میں بند ہے، جوں جوں اس کا مطالعہ آگے بڑھتا گیا یہ تاثر مزید گہرا ہوتا چلا گیا چنانچہ کتنی ہی بار اس کا مطالعہ کیا ہر بار روحانی فرحت اور علمی ترقی کا ادراک ہوا آپ بھی جب مطالعہ فرمائیں گے یہی کچھ محسوس کریں گے، انشاء اللہ۔ مصنف کی للہیت اور اخلاص کی اس سے بڑی نشانی کیا ہوگی کہ آج تک ان کے نام کا علم نہ ہو سکا اپنے آپ کو پس پردہ رکھ کر اتنا عمدہ علمی کام ہر کسی کے بس کی بات نہیں، یہ رسالہ ہندوستان میں ہزاروں کی تعداد میں چھپ کر شکر کے نام پر زہر پھیلانے والوں کا خوب خوب تعاقب کر چکا ہے، آپ بھی اس رسالہ کو ہر اس بندے تک پہنچانے کی فکر فرمائیں جو ان کے دام تزویر میں پھنس چکا ہے، ممکن ہے آپ کی یہ معمولی سی حرکت بابرکت بن جائے کسی کا قیمتی اثاثہ (ایمان) بچ جائے اور آپ کی آخرت سنور جائے۔

”ہم اہلسنت ہیں یا اہلحدیث“ میں نے یہ مضمون حضرت علامہ عبد الحمید تونسوی صاحب مدظلہ اور حضرت مفتی جمیل الرحمن صاحب مدظلہ کو دکھایا، ہر دو حضرات نے مضمون بالاستیعاب پڑھا پسند فرمایا اور دعاؤں سے نوازا جو میرے لئے قیمتی سرمایہ ہیں، بس دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنی عبادات، طاعات اور اعمال صالحہ کو کامل یقین کے ساتھ انجام دینے کی توفیق نصیب فرمائے اور ہر انفرادی و اجتماعی شر اور فتنہ سے کلی حفاظت فرماتے ہوئے خاتمہ علی الایمان نصیب فرمائے آمین۔ والسلام

اخوکم فی الدین ابو سعد محمد عابد عمر بغفر اللہ

ایک غیر مقلد کی توبہ

ایک مقلد نے غیر مقلد سے کہا السلام علیکم: کہاں ہوتے ہیں آپ، مسجد میں نظر نہیں آتے؟ کیا کسی دوسرے علاقہ میں جا بے ہیں، خیریت تو ہے نا؟

غیر مقلد نے کہا سب ٹھیک ہے اب میں نے اہلحدیث مسلک اختیار کر لیا ہے، کیونکہ اماموں کا ماننا قرآن و حدیث کے خلاف ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کا حکم ہے، اماموں کی تقلید نہ صرف یہ کہ جہالت ہے بلکہ کفر و شرک ہے۔

مقلد آپ نے قرآن و حدیث کا مکمل علم کب حاصل کر لیا؟

غیر مقلد مکمل علم تو حاصل نہیں کیا ہے، مگر اتنی بات معلوم ہے کہ اماموں کا ذکر قرآن و حدیث میں قطعاً نہیں ہے، آج تک مجھے کوئی مقلد نہیں بتا سکا کہ امام کا ذکر قرآن و حدیث میں کہاں ہے؟

مقلد امام کا لفظ قرآن و حدیث دونوں میں ہے ذرا سنئے: ① یوم ندعوا کل اناس بامامہم

(سورہ اسراء) ترجمہ: جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے ② ونرید ان نمین

علی الدین استضعفوا فی الارض ونجعلہم ائمة ونجعلہم الوارثین (سورہ قصص ۵) ترجمہ:

اور ہم چاہتے تھے کہ ان پر احسان کریں جو زمین پر پست کر دیے گئے اور انہیں امام بنائیں نیز قائم مقام

کردیں ③ وجعلنا منہم ائمة یہدون بامرنا لما صبروا (سورہ سجدہ ۲۴) ترجمہ: جب انہوں نے

صبر کیا ہم نے ان میں امام بنائے جو ہمارے حکم کے مطابق لوگوں کی راہنمائی کرتے تھے، اب احادیث

سنئے: ① عن تمیم الداری رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الدین النصیحة ثلاثا قلنا لمن قال للہ

ولکتابہ ولرسولہ ولائمة المسلمین (بخاری و مسلم) ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا دین

نصیحت اور خیر خواہی کا نام ہے ہم نے عرض کیا کہ یہ خیر خواہی کس کیلئے ہے؟ فرمایا اللہ جل جلالہ، اس کی کتاب،

اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، مسلمانوں کے ائمہ اور عام مسلمانوں کیلئے ہے ② عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اطاع اللہ ومن اطاع الامام فقد اطاعنی ومن عصانی

فقد عصی اللہ ومن عصی الامام فقد عصانی (ابن ماجہ) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ جل جلالہ کی اطاعت کی اور جس

نے امام کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے امام کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ ان دونوں احادیث میں لفظ امام الحمد للہ موجود ہے، اب کبھی یہ دعویٰ نہ کیجئے گا کہ کوئی مجھے امام کا لفظ قرآن وحدیث میں نہیں دکھاسکا۔

غیر مقلد آپ نے امام کا لفظ تو قرآن وحدیث سے ڈھونڈ نکالا لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ رسول ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے کی پیروی اور اطاعت جائز ہے؟

مقلد ذرا سنئے: اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول والی الامر منکم ترجمہ: اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اور اپنے ذمہ دار حضرات کی۔

غیر مقلد لیکن اولی الامر سے مراد امام نہیں ہے بلکہ حضرات خلفاء راشدین ﷺ ہیں۔

مقلد اگر خلفاء راشدین ﷺ ہی مراد ہیں تب بھی یہ تو ثابت ہو گیا نا کہ صرف اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ ہی کی پیروی اور اطاعت کا آپ کا دعویٰ درست نہیں، خلفاء راشدین ﷺ کی بھی پیروی کا حکم ہے، دوسرے یہ بھی سوچئے کہ یہ حکم رسول اکرم ﷺ کے مبارک دور میں نازل ہوا تھا اس وقت حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے لیکن بحیثیت صحابی اور ذمہ دار ہونے کے موجود تھے نہ کہ بحیثیت خلیفہ کے، اس لئے اولی الامر کا ترجمہ ذمہ دار حضرات ہی صحیح اور مناسب ہے اس کا مطلب صرف خلیفہ اور بادشاہ سمجھنا ایک وسیع لفظ کو محدود کر دینا ہے جو کہ درست نہیں۔

غیر مقلد تم لوگوں کو لے دے کر صرف یہی اولی الامر والی آیت ملتی ہے؟

مقلد نہیں دوسری آیت بھی ہے سنئے: ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدیٰ ویبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولیٰ ونصلہ جہنم وسانت مصیر (نساء ۱۱۵) ترجمہ: راہ واضح ہو جانے کے باوجود جو کوئی رسول ﷺ کو زحمت دے گا اور مومنین کے سوا کسی اور کی پیروی کرے گا تو ہم اسے اسی طرف چلائیں گے جدہر وہ خود پھر گیا اور اسے جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ اس آیت سے تو مومنین کی پیروی بھی جائز ثابت ہوتی ہے۔

غیر مقلد مومنین کی پیروی کیسے جائز ثابت ہو گئی ہے؟

مقلد آپ توجہ فرمائیں: اس آیت میں ان لوگوں کو دھمکی دی گئی ہے جو مومنین کی پیروی نہ کرنے کی روش اختیار کریں، آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے علاوہ کسی اور کی پیروی جائز نہیں، یہ

آیت صاف طور پر کہتی ہے کہ مومنین کی پیروی بھی باعث نجات ہے، آپ کو ایک اور آیت بھی سنا دوں والدین آمنوا واتبعتہم ذریعتہم بایمان الحقنا بہم ذریعتہم (سورہ طور ۲۱) ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو بھی ان سے ملا دیں گے۔ یہاں ان بچوں کی تعریف ہو رہی ہے جنہوں نے اپنے صاحب ایمان والدین کی پیروی کی، آپ تو یہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے علاوہ کسی کی پیروی جائز نہیں، حالانکہ آیت بالا میں ان بچوں کو سراہا گیا جنہوں نے اپنے صاحب ایمان والدین کی پیروی کی ہوگی۔ گویا صالح مومنین کی اتباع خود صاحب شریعت ﷺ کی ہی اتباع ہے اسی بات کی طرف قرآن وحدیث میں راہنمائی کی گئی ہے۔

غیر مقلد آپ نے قرآن کریم کی آیات تو پڑھ دیں لیکن اس کی کیا ضمانت ہے کہ ترجمہ بھی صحیح ہے؟

مقلد آپ اردو تراجم والے قرآن مجید دیکھ کر اطمینان کر لیں۔

غیر مقلد مجھے مقلدوں کے ترجمہ قرآن پر اعتماد نہیں، ان کو نہیں مان سکتا۔

مقلد آپ کو ان کے ترجمہ قرآن پر اعتماد نہیں تو ان کے مجموعہ حدیث کو تسلیم کر لیں گے؟

غیر مقلد سرگز نہیں میں تو ان کو مسلمان ہی نہیں سمجھتا تو ان کے مجموعہ حدیث کو کیسے مانوں گا؟

مقلد کیا آپ جانتے ہیں کہ احادیث جمع کرنے والے تمام ائمہ محدثین رضی اللہ عنہم مقلد تھے، امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام نسائی اور امام بیہقی رضی اللہ عنہم یہ سب محدثین امام شافعی رضی اللہ عنہ کی پیروی اور تقلید کرتے تھے۔ محدث امام یحییٰ بن معین، محدث یحییٰ بن سعید بن قتان، محدث دکنج بن الجراح، محدث امام طحاوی، محدث امام زبیلی اور محدث یحییٰ بن ابی زائدہ رضی اللہ عنہم غیر ہم خفی المسلك تھے۔ جب آپ مقلدین کا ترجمہ قرآن معتبر نہیں سمجھتے تو پھر ان کی مرتب کردہ احادیث پر کس دلیل کے تحت اعتماد کرتے ہیں؟ مقلد تو معاذ اللہ آپ کے نزدیک گمراہ اور مشرک ہوتا ہے، پھر آپ مقلد محدثین کی احادیث پر کیسے عمل کرتے ہیں، کتب حدیث میں مرتب شدہ کوئی ایک حدیث بھی آپ ایسی نہیں پیش کر سکتے جس میں کم از کم ایک راوی مقلد نہ ہو۔

غیر مقلد یہ سب کچھ آپ جھوٹ ہانک رہے ہیں، امام بخاری اور امام مسلم رضی اللہ عنہم وغیرہ مقلد کیسے ہو سکتے ہیں؟ جب کہ وہ خیر القرون میں پیدا ہوئے ابو حنیفہ اور شافعی رضی اللہ عنہم تو بہت بعد میں پیدا ہوئے

جن روایتوں کو امام بخاری رحمہ اللہ اور دوسرے محدثین نے ضعیف اور موضوع قرار دیا تھا انہیں کو اماموں نے غلط لگا لیا اور مقلدین کے مسلک کی بنیاد انہیں روایتوں پر ہے۔

مقلد کیا آپ امام بخاری اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے سن ولادت بتا سکتے ہیں؟

غیر مقلد فی الوقت مجھے یاد نہیں۔

مقلد تو سنیے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۵ ہجری میں وفات پائی اور امام بخاری رحمہ اللہ کی ولادت ۱۹۴ ہجری میں ہوئی (اور وفات ۲۵۶ میں ہوئی) اور دوسرے محدثین تو ان کے بعد ہی پیدا ہوئے اس لئے آپ کا دعویٰ نظر ثانی کا مستحق ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے استاد جلیل القدر محدث امام حماد رحمہ اللہ تھے ان کے استاد ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تھے ان کے استاد حدیث کے ممتاز ائمہ علقمہ رحمہ اللہ اور سالم رحمہ اللہ تھے اور ان کے استاد جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رحمہ اللہ تھے ان تمام حضرات کا تقویٰ پر ہیزگاری اور علم حدیث میں رسوم مسلم ہے، اتنی جلیل القدر ہستیوں سے علم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تک پہنچان حضرات میں نہ کوئی حافظے کا کچا تھا نہ کذب (جھوٹ) سے ان کا کوئی واسطہ تھا نہ ہی کسی زاویہ سے ان میں کوئی ذرا بھی غیر مستند تھا، غرض انتہائی مستند اور قابل اعتماد ذریعے سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے علم حاصل کیا۔ البتہ سو سو سال بعد جب محدثین کرام رحمہ اللہ احادیث مرتب کرنے لگے اس وقت تک درمیان میں کئی ایک راوی آئے ان میں اگر کوئی حافظے کا کچا تھا یا اسے بھول چوک کی عادت تھی تو محدثین رحمہ اللہ کو وہ راوی اپنے معیار کے لحاظ سے ضعیف محسوس ہوا، اس لئے اس روایت کو ضعیف قرار دیا، ضعیف حدیث راوی کی نسبت سے ضعیف ہوتی ہے، صاحب ارشاد رحمہ اللہ کی طرف سے تو ضعف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس سلسلے میں ایک مثال سن لیجئے: سنن ابن ماجہ میں ایک حدیث ہے، جس کو ضعیف قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس میں ایک راوی جابر جعفی رحمہ اللہ ہیں جو ضعیف القول ہیں، یہ جابر جعفی رحمہ اللہ ۲۳۵ میں پیدا ہوئے روایت کا متن یہ ہے من کان له امام فقرأه الامام له قراءۃ۔ ترجمہ: جس کا امام ہو تو امام کی قرات اس کی قرات ہے (یعنی امام کے پیچھے اس کو قرات نہیں کرنی ہے) اب سمجھیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس جب یہ روایت پہنچی تو اس وقت شاید جابر جعفی رحمہ اللہ کے پردادا بھی پیدا نہ ہوئے ہوں گے، اس لئے امام صاحب رحمہ اللہ پر اس راوی کے ضعف کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا، ان کے پاس جن معتبر راویوں کے ذریعے روایت پہنچی ان پر پوری امت اعتماد کرتی ہے، اس مثال سے آپ نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ

یاد دوسرے ائمہ پر حدیث ضعیف پر عمل کا الزام کتنی بڑی غلط فہمی ہے۔

غیر مقلد دراصل امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو روایتیں بہت کم معلوم تھیں، اگر انہیں کثرت سے روایات معلوم ہوتیں تو وہ ضرور حدیث کی کتاب لکھتے اور محدث کا درجہ حاصل کرتے، پھر انہیں فقہ کی دوسری مول لینے کی ضرورت نہ پیش آتی۔

مقلد پہلے آپ یہ بتائیے کہ فقہ کا علم ضروری ہے یا نہیں؟

غیر مقلد جب حدیث موجود ہو تو فقہ کی کیا ضرورت ہے؟ فقہ تو خواہ مخواہ ایجاد کر لی گئی ہے، اصل علم تو قرآن وحدیث ہی ہے، فقہ ایجاد بندہ ہے جو دین کو مشکل اور مضحکہ خیز بناتی ہے۔

مقلد مسلم شریف میں ارشاد مبارک ہے من یرد اللہ بہ خیر یرفقہ فی الدین۔ ترجمہ: اللہ بخل جس بندے کی بھلائی چاہتا ہے اسے دین کی فقہ نصیب فرماتا ہے۔ ایک اور ارشاد ہے الا لا خیر فی عبادۃ لیس فیہا تفقہ۔ ترجمہ: سن لو: اس عبادت میں کوئی خیر نہیں جس میں فقہ نہیں (یعنی سمجھ نہیں) مسلم شریف ہی کی ایک اور روایت ہے ان اطول صلوة الرجل وقصر خطبته منة من فقہ۔ ترجمہ: کسی شخص کی نماز کا لمبا ہونا اور خطبے کا مختصر کرنا اس کے فقیہ ہونے کی علامت ہے۔ اسی طرف ترمذی شریف کی ایک روایت ہے خصلتان لا تجتمعان فی منافق حسن سمت وفقہ فی الدین۔ ترجمہ: یعنی دو خصلتیں منافق میں جمع نہیں ہو سکتیں اچھے اخلاق اور دین کی سمجھ۔ لہذا اچھے اخلاق اور دین کی سمجھ اگر کسی کو نصیب ہو جائے تو وہ منافق نہیں ہو سکتا اور اچھے اخلاق سے محروم شخص کے لئے منافقت کا خطرہ ہے، پھر فقہ سے نفرت اور بغض کتنی بڑی بد نصیبی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے الادب المفرد میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ خیر کم اسلاما احسنکم اخلاقاً ذافقہوا۔ ترجمہ: تم میں سے اسلام میں وہ بہتر ہیں جو اخلاقاً اچھے ہیں جب کہ وہ فقہ کی اہلیت رکھتے ہوں۔ ترمذی اور ابوداؤد میں روایت ہے نصر اللہ عبداً سمع مقالتي فحفظها ووعاها واداهما فرب حامل فقه الى من هو افقه منه۔ ترجمہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ بخل اس بندے کو خوش و خرم رکھے جس نے میری بات سنی، اسے یاد رکھا اور اسے دوسروں تک پہنچایا کیونکہ ایسا ہوتا ہے کہ علم کی بات جاننے والا وہ بات ایسے شخص تک پہنچا دیتا ہے جو اس سے زیادہ فقہ کا ماہر ہوتا ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ ہر وہ شخص جو روایت بیان کرتا ہے یا حدیثیں جمع کرتا ہے ضروری نہیں کہ بڑا عالم ہو، بلکہ جس تک روایت پہنچائی جاتی ہے وہ دین کی سمجھ اور بصیرت

میں راوی سے بھی زیادہ قابل اور بڑا عالم ہو سکتا ہے، اس حدیث کی رد سے تو روایتیں جمع کرنے سے اہم کام حدیث پر غور و فکر کرنا قرار پاتا ہے، یہی غور و فکر دینی اصطلاح میں فقہ اور تفسیر فی الدین ہے۔ محدثین رحمہم اللہ نے بڑی جان فشانی سے روایات جمع کرنے کا فریضہ انجام دیا اور ائمہ فقہ رحمہم اللہ نے ان احادیث پر غور و فکر اور تدبر کیا اور مسائل اخذ کیے اور فقہ مرتب کی۔ امام اعظم رحمہم اللہ ایک بہت بڑے محدث تھے، ایک بار ایک مسئلہ کی حقیقی سلجھانے کی غرض سے امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ کی طرف متوجہ ہوئے، امام صاحب رحمہم اللہ نے اطمینان بخش جواب دیا، امام اعظم رحمہم اللہ نے تعجب سے پوچھا آپ نے یہ مسئلہ کس حدیث سے حل کیا؟ جواب دیا اس روایت سے جو ایک بار آپ نے مجھے اپنی سند سے بیان کی تھی، اسی کی روشنی میں اس مسئلہ کو حل کیا ہے، امام اعظم رحمہم اللہ یہ سن کر بے اختیار کہہ اٹھے نحن الصیادلة وانعم الاطباء یعنی ہم (محدثین) دوا فروش ہیں اور تم (فقہاء) حکیم ہو، یعنی ہمارا کام احادیث جمع کرنا اور صحیح و سقیم کو پرکھنا ہے، لیکن احادیث سے احکام اور مسائل کا نکالنا تم فقہاء ہی کا کام ہے۔ امام اعظم رحمہم اللہ نے کتنی جامع بات فرمائی ہے، تجربہ شہد ہے کہ کیسٹ، گاندھی اور عطار دوائیں جمع کرنے کی خدمت انجام دیتے ہیں اور ڈاکٹر، حکیم اور وید نسخہ تجویز کرتے ہیں، دونوں بیماری کے علاج میں مدد و معاون اور لازم و ملزوم، لیکن ڈاکٹر سے یہ توقع نہ رکھنی چاہیے کہ وہ ہر طرح کی دوا کا شاک رکھے اور نہ ہی کیسٹ سے تقاضا ہو کہ وہ دوا تجویز کرے، دونوں کے کام کے الگ الگ میدان ہیں، محدثین کرام رحمہم اللہ نے جمع احادیث کی خدمت انجام دی اور فقہاء کرام رحمہم اللہ نے مسائل کے حل کی ذمہ داری نبھائی۔ دونوں کی اپنی اپنی ذمہ داریاں تھیں جو انہوں نے انجام دیں۔

غیر مقلد

مسائل اخذ نہیں کیے؟

مقلد

محدثین رحمہم اللہ نے اپنی بساط کی حد تک تفسیر سے کام لیا اور قابل ذکر خدمت سرانجام دی، مگر اس دنیا کا فطری نظام کچھ ایسا ہے کہ ہر شخص ایک مخصوص دائرے میں ہی اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھا سکتا ہے، اللہ جل جلالہ نے ہر انسان کو الگ الگ میدان کی مختلف صلاحیتیں بخشی ہیں، محدثین حضرات رحمہم اللہ نے بنیادی طور پر ارشادات رسول ﷺ کو سند کے پیش نظر جمع کرنا زیادہ اہم قرار دیا اور تدبر، تفسیر اور استنباط مسائل کو ثانوی حیثیت دی اس کے برخلاف فقہائے کرام رحمہم اللہ نے فقہ حدیث کو اہمیت دی اور سند حدیث کو ثانوی درجہ دیا، اسی لئے لوگ حدیث کی سند کے لئے محدثین رحمہم اللہ سے رجوع کرنے لگے اور احکام و مسائل کے

لئے فقہائے کرام رحمہم اللہ سے، آپ نے جلیل القدر محدث امام عاصم رحمہم اللہ کا ذکر ضرور سنا ہوگا، جنہوں نے پانچ سو صحابہ کرام رحمہم اللہ کی زیارت کی یعنی وہ بزرگ تابعی تھے، ان کا کہنا تھا انا لسننا بالفقہ اولکنا سمعنا۔" ایٹ فرویناہ للفقہاء (تذکرہ الفقہاء) ترجمہ: یعنی ہم محدثین فقہ نہیں ہیں، ہم تو حدیث سن کر فقہاء کو بیان کر دیتے ہیں، تاہم امام بخاری، امام ترمذی، امام ابن ماجہ رحمہم اللہ نے جمع احادیث کے ساتھ ساتھ تفسیر فی الدین کے قابل تعریف خاکے پرکے ہیں اللہ جل جلالہ ان سب کی قبول کو نور سے بھر دے۔

غیر مقلد

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب حدیث موجود ہو تو پھر غور و فکر کی کیا ضرورت ہے؟

مقلد

آپ کی خدمت میں ایک مثال پیش کرتا ہوں جس سے پتہ چلے گا کہ حدیث پر غور و فکر کس قدر اہم، لازمی اور ضروری ہے، شرح مسلم شریف میں امام نووی رحمہم اللہ نے داؤد ظاہری (جو غیر مقلدوں کے اصلی امام ہیں) کی اہم ترین غلطی کا تذکرہ کیا ہے، داؤد ظاہری نے حدیث لا یسولن احدکم فی الاء الدائم۔ ترجمہ: تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے۔ انہوں نے معافی پر غور نہیں کیا اور ظاہری الفاظ کے پیش نظر فتویٰ دے دیا کہ ماء را کہ یعنی ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا تو منع ہے اور اس میں پیشاب کرنے سے پانی ناپاک بھی ہو جائے گا لیکن اگر کسی الگ برتن میں پیشاب کر کے وہ برتن کو ماء را کہ میں الٹ دے تو پانی ناپاک نہیں ہوگا، اسی طرح کوئی کنارے پر بیٹھ کر پیشاب کرے اور وہ بہہ کر پانی میں چلا جائے تب بھی پانی ناپاک نہیں ہوگا کیونکہ حدیث میں صرف ماء را کہ میں پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے، ان دونوں صورتوں میں پیشاب پانی میں نہیں کیا گیا اس لئے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ امام نووی رحمہم اللہ نے اس فتوے کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہذا من اقبیح مانقل عنه فی الجمود علی الظاہر یعنی یہ فتویٰ حدیث کے ظاہری معنی پر اکتفاء کرنے کی بدترین مثال ہے۔ ایک مزید مثال پیش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اسی طرح کے حدیث دانی کے ایک دعوے دار تھے وہ ہر استنجا کے بعد وتر پڑھا کرتے تھے ذرا ان کی دلیل بھی ملاحظہ فرمائیے وہ کہتے ہیں حدیث میں آیا ہے "من استجمر فلیوتر" یعنی جو شخص استنجا کرے وہ بعد میں وتر ادا کرے۔ (انا لله وانا الیہ راجعون) کاش وہ تھوڑے تفسیر سے کام لیتے تو باسانی سمجھ پاتے کہ اس حدیث کا حقیقی مفہوم یہ نہیں بلکہ یہ ہے کہ استنجا کیلئے جو ڈھیلے استعمال ہوں وہ وتر (یعنی تعداد میں طاق، ایک، تین پانچ وغیرہ) ہوں۔ اس قسم کی مزید مثالیں بھی پیش کی جاسکتی ہیں جن سے اچھی طرح ثابت ہوتا ہے کہ حدیث کے محض الفاظ ہی جاننا کافی نہیں اس پر تفسیر اور تدبر بھی لازمی ہے۔

ایک غیر مقلد کی توبہ
کچھ دیر قبل آپ نے دعویٰ کیا تھا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اور دوسرے ائمہ حدیث مقلد

تھے کیا اس سلسلے میں آپ کے پاس کوئی ٹھوس دلیل ہے؟

نواب صدیق حسن خان، غیر مقلدوں کے مشہور پیشوا تھے، کیا آپ ان سے واقف ہیں؟

ہاں میں انہیں جانتا ہوں وہ نہایت مستند اور جید عالم تھے ان کی حدیث دانی کے

ہمارے تمام علماء محترم ہیں۔

ہاں انہی نواب صاحب کی ایک عربی کتاب الحفظ فی ذکر صحاح الستہ میں ہے

”وقد ذکر ابو عاصم فی طبقات اصحابنا الشافعیہ نقلاً عن السبکی“ یعنی امام ابو عاصم

نے سبکی کی روایت سے امام بخاری رحمہ اللہ کو شافعی مقلد لکھا ہے، اسی کتاب میں امام نسائی رحمہ اللہ کے بارے

میں ہے ”کان احدا اعلام الدین وار کان الحدیث امام اهل عصره ومقدمهم بین اصحاب

الحدیث وجرحه وتعذیلہ معتبرین العلماء وکان شافعی المذهب“ ترجمہ: امام نسائی رحمہ اللہ

دین کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ، حدیث کے اراکین میں سے ایک رکن اپنے زمانے کے امام اور

محدثین رحمہ اللہ کے پیشوا تھے، ان کی جرح و تعذیل علماء میں معتبر ہے اور وہ شافعی المسلک تھے، امام

ابوداؤد رحمہ اللہ کے حلق بھی غیر مقلد عالم لکھتے ہیں ”فقیل حنبلی وقیل شافعی“ یعنی امام ابوداؤد رحمہ اللہ کو

بعض حضرات حنبلی بتلاتے ہیں اور بعض شافعی۔ خود آپ کے مسلک کے علماء بھی اس کو مانتے ہیں کہ

محدثین رحمہ اللہ بھی ائمہ فقہ رحمہ اللہ کے مقلد تھے اور آپ لوگ محدثین رحمہ اللہ کو ہی اہمیت دینے کی خاطر فقہاء رحمہ اللہ

کا مذاق اڑاتے ہیں اور مقلدین کو مشرک قرار دیتے ہیں۔

کچھ دیر پہلے آپ نے قرآن کی آیت پیش کی تھی جس میں مومنین کے راستے پر چلنے

کا حکم ہے، صحابہ رحمہ اللہ سے بڑھ کر مومن کون ہو سکتا ہے؟ صحابہ رحمہ اللہ تو حنفی تھے نہ شافعی مالکی تھے نہ حنبلی پھر

آپ لوگ کیوں ان مسالک کو اختیار کرتے ہیں؟

آپ بتائیے کہ کیا صحابہ کرام رحمہ اللہ بخاری شریف، مسلم شریف اور دیگر احادیث کی کتابیں

پڑھتے تھے؟ پھر کس دلیل سے آپ ان کتابوں کا اتباع کرتے ہیں؟ یہ تو تھا الزامی جواب۔ تحقیقی جواب

اس کا یہ ہے کہ صحابہ کرام رحمہ اللہ اپنے زمانے کے فقیہ صحابہ کرام رحمہ اللہ کی تقلید کرتے تھے، اس سلسلے میں کتاب

الرجح میں امام بخاری رحمہ اللہ کی ذکر کردہ روایت پر توجہ دیجیے الفاظ یہ ہیں ”ان اهل المدينة سألوا ابن

ایک غیر مقلد کی توبہ

عباس عن امرأة طافت ثم حاضت قال لهم تسفر قالوا لا ناخذ بقولك وندع قول زيد“

ترجمہ: اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس خاتون کے بارے میں دریافت کیا جو طواف زیارت

کے بعد حائضہ ہو گئی (اس کے طواف و دایع کا کیا حکم ہے لازم ہے یا معاف؟) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

وہ (بلا طواف و دایع) جاسکتی ہے اہل مدینہ نے کہا ہم زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آپ کے قول کو

اختیار نہیں کر سکتے۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے مشہور فقیہ صحابی رضی اللہ عنہ تھے اہل مدینہ اکثر انہی کی تقلید

کرتے تھے، اسی ایک مثال سے یہ امر واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی عملی تقلید ہی کرتے تھے اور

الحمد للہ ہم بھی تقلید کرتے ہیں۔

تو پھر آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کی تقلید کیجیے نا۔

ائمہ فقہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کے مسلک کو اختیار کیا ہے مثلاً سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی

باجاماعت نماز کی سنت قائم فرمائی، بیس رکعت تراویح پورے ماہ رمضان میں ادا کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت

ہے، آپ لوگ اس کے برخلاف تہجد کی آٹھ رکعت کو عدم تنفیذ کی بناء پر تراویح سمجھ بیٹھے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کے دور میں موجود تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس عمل کو قبول کیا، چودہ سو سال سے پوری امت بیس رکعت سنت

مسلک ادا کر رہی ہے، خود حرمین شریفین میں بھی شروع سے آج تک بیس رکعت ادا کرنے کا دوامی عمل

جاری ہے اب آپ بتائیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر کون چل رہا ہے ہم یا آپ؟ اچھا ذرا یہ تو

بتائیے کہ تراویح کا لفظی مطلب کیا ہے؟

تراویح یعنی تراویح رمضان میں عشاء کی نماز کے بعد پڑھی جانے والی نماز اس کا

اور کیا لفظی مطلب ہو سکتا ہے؟

فتح الباری شرح بخاری میں ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے تراویح جمع ہے تسرو و یحہ کی،

تسرو و یحہ یعنی ایک بار آرام کرنا، دوبار آرام کرنے کو تسرو و یحہ یا تسرو و یحہ کہیں گے اور دوسے زیادہ

آرام کرنے کو تراویح کہیں گے، جہاں ہر چار رکعت بعد آرام کیا جاتا ہے اگر یہ آٹھ ہی رکعتیں ہوتیں تو اس

نماز کا نام تسرو و یحہ یا تسرو و یحہ ہوتا اس کا نام تراویح اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب اس میں تین یا تین

سے زیادہ بار آرام کیا جاتا ہو، یعنی عربی گرامر کی رو سے بھی بارہ رکعت یا اس سے زائد رکعتوں کی ادائیگی پر

ہی اسے تراویح کہا جاسکتا ہے، کاش کہ آپ عقل کے ناخن لیتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی ترک کر کے

اجماع امت سے باہر نہ جاتے، ایک دوسری مثال پیش خدمت ہے جس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ فقہیہ ائمہ کرام رحمہ اللہ صحابہ کرام رحمہ اللہ ہی کے مسلک کی پیروی کرتے ہیں، امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلام ہزاروں مربع میل کے علاقہ میں پھیل گیا لاکھوں نئے نئے لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے، ان نو مسلموں کے حالات پر نظر رکھتے ہوئے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے سے روک دیا۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے فیصلے کو اسلام کی روح کے مطابق سمجھا اور تسلیم کر لیا، لیکن آپ لوگ آج بھی عورتوں مسجد میں باجماعت نماز کے قائل ہیں، نیز عید کے روز عید گاہ میں عورتوں کے لانے پر مصر ہیں، حالانکہ ان دنوں عید گاہ میں عموماً وہ لوگ شریک عیدین ہوتے ہیں جو سال بھر تارک صلوٰۃ اور فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں، ایسے ہی لوگ جم غفیر کی صورت میں آتے ہیں پھر عید کی مناسبت سے ظاہر ہے عورتیں بھی بہترین لباس میں بن سنور کر عید گاہ پہنچیں گی، اس سے کتنا بڑا فتنہ ہو سکتا ہے اس بات سے قطعاً بے پروا ہو کر آپ حضرات عید گاہ میں عورتوں کی نماز کی پرزور وکالت کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں بخاری و مسلم کی وہ روایت بھی آپ لوگ فراموش کر جاتے ہیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے لہو ادرك رسول الله ما حدث النساء لمتعهن المساجد كما منعت نساء بني اسرائيل۔ ترجمہ: یعنی اگر نبی اکرم ﷺ ان باتوں کو دیکھتے جو عورتوں نے اختیار کیں ہیں تو آپ خود انہیں مسجد کی حاضری سے منع فرمادیتے، جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔ دیکھا آپ نے ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اپنے علم و تفقہ کا استعمال کتنے اعلیٰ طریقہ سے کیا اور کتنا اچھا نپا تلا اور روح اسلام کے مطابق فیصلہ دیا، خود نبی اکرم ﷺ کا مزاج مبارک اس سلسلہ میں کیا تھا اس کا پتا مسند احمد کی ایک روایت سے چلتا ہے آپ نے ام حبیہہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تمہاری وہ نماز جو تم اپنے گھر کے اندرونی حصے میں ادا کرو وہ اس نماز سے بہتر ہے جو تم بیرونی دالان میں ادا کرتی ہو اور بیرونی دالان میں تمہارا نماز ادا کرنا اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے صحن میں پڑھو اور اپنے گھر کے صحن میں تمہاری نماز اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے محلے کی مسجد میں ادا کرو اور اپنے محلے والی مسجد میں تمہاری نماز اس سے بہتر ہے کہ تم میری مسجد میں ادا کرو۔ یعنی عورت کے لئے مسجد نبوی کی نماز سے بھی کئی گنا بہتر ہے کہ وہ اپنے گھر کے اندرونی گوشے میں نماز ادا کرے، چونکہ اس فیصلے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دونوں ہوا تھے اس لئے ازراہ تعصب شیعوں نے اس پر عمل نہیں کیا۔ وہ عورتوں کو آج بھی مسجد میں لاتے

ہیں، اس معاملے میں شیعوں اور غیر مقلدین کا مسلک ایک ہی ہے۔ اسی طرح ایک ساتھ تین طلاقوں کو ایک ماننے کے مسلک میں شیعہ اور غیر مقلدین کا مسلک یکساں ہے، باقی پوری امت کا اجماع اس امر پر ہے کہ تین طلاق ایک ساتھ دینا جرم ہے، گناہ ہے، البتہ واقع ہو جائیں گی، جو شخص ایک ساتھ تین طلاق دیتا ہے وہ بہت بڑے گناہ کا مجرم ہے۔ آپ لوگ اسے رعایت دیتے ہیں کہ کوئی بات نہیں تین دینے کے باوجود صرف ایک ہی لگے گی، بھلا بتلائے ایسے نافرمانوں کو رعایت دینی چاہئے یا سزا؟

غیر مقلد

امام بخاری رحمہ اللہ، امام مسلم رحمہ اللہ اور دوسرے محدثین نے بے شمار روایات کے ذریعے ثابت کیا ہے کہ ایک وقت میں چاہے کتنی طلاقیں دیں ایک ہی واقع ہوگی، یہی مسلک اگر شیعہ حضرات کا ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں، شیعہ سے مخالفت ظاہر کرنے کی خاطر حدیث کے خلاف تو نہیں کر سکتے؟

مقلد

آپ کوئی ایسی حدیث بتلائیں گے جس سے ثابت ہو کہ ایک ساتھ دی گئی تین طلاقوں کو ایک ہی مانا گیا ہو؟

غیر مقلد

حدیث رکانہ رضی اللہ عنہ ملاحظہ فرمائیے: مسند احمد میں اس سلسلے میں بالکل واضح حدیث ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے ایک ساتھ تین طلاقیں دیں لیکن ان کو آپ رضی اللہ عنہ نے رجوع کی اجازت عطا فرمائی۔

مقلد

مسند احمد میں حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کے تعلق سے جو حدیث ہے اس پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا ریمارک ہے وہو معلول ایضا یعنی یہ حدیث بھی ضعیف ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس کو داؤد بن الحصین کی منکر روایات میں شامل کیا ہے، ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز تصنیف بلوغ المرام میں اس پر لکھا ہے وقد روی ابو داود من وجه آخر احسن منه ان ركانة طلق امراته سهيمة البتة یعنی امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے ایک دوسرے طریقہ سے جو مسند احمد کے طریقے سے بہتر ہے اسے روایت کیا ہے کہ رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سہیمہ کو لفظ البتہ سے طلاق دی تھی البتہ میں ایک سے تین طلاقوں تک کی گنجائش ہے، ایک طلاق کی نیت ہو تو ایک اور تین کی نیت ہو تو تین واقع ہوتی ہیں۔ ترمذی ابن ماجہ اور ابو داؤد میں آپ اس حدیث کو دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے البتہ کے لفظ کے ساتھ اپنی بیوی کو طلاق دی تھی پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اللہ علیہ السلام کی قسم میرا ارادہ ایک ہی کا تھا واللہ ما اردت الا واحدا آپ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا ما اردت بها قال واحدا قال واللہ

ماوردت الا واحدة قال والله ما اردت الا واحدة تب آپ ﷺ نے فرمایا فہو ما اردت پس جو تمہاری نیت تھی اسی کا اعتبار ہے۔

آپ اس حدیث میں غور فرمائیں اگر واقعی ایک وقت میں دی گئی تین طلاقیں واقع نہ ہوتیں تو حضرت رکانہؓ کو قسم کھا کر کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ اللہ ﷻ کی قسم میری نیت ایک ہی طلاق کی تھی پھر آپ ﷺ نے دوبارہ بلکہ بعض روایات کے مطابق سہ بار قسم کھلائی اور یقین فرمایا کہ واقعی رکانہؓ کی مراد اس لفظ بہ سے ایک ہی طلاق کی تھی تب رجوع کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس حدیث سے آپ کا استدلال غلط ہے اور سوچئے تو کبھی کہ مسند احمد کی روایت آپ کے مسلک کی موسید تھی، تو باوجود مستند نہ ہونے کے اسے بطور دلیل پیش کیا اور صحاح ستہ تین کتابوں کو پس پشت ڈال دیا، بھلا بتلائیے کیا یہ صحیح دیندارانہ روش ہے؟

غیر مقلد چلو میں مسلم شریف کی ہی ایک روایت پیش کرتا ہوں ابوالصہباءؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں عہد نبوی، عہد صدیقیؓ اور عہد فاروقیؓ کی ابتداء میں تین طلاقیں ایک تھیں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہاں لیکن جب لوگوں نے بکثرت طلاق دینا شروع کیا تو حضرت عمرؓ نے تینوں کو نافذ کر دیا، آپ اس حدیث کا جواب دیں تو میں سمجھوں کہ واقعی مقلدوں کی دلیل میں جان ہے؟

مقلد اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ابوداؤد شریف میں بھی ہے، اس روایت سے پتا چلتا ہے کہ یہ روایت غیر مدخولہ عورت کے بارے میں ہے۔

غیر مقلد غیر مدخولہ کا کیا مطلب؟

مقلد جس عورت کے ساتھ ہمبستری نہ ہوئی ہو، اسے غیر مدخولہ کہتے ہیں ایسی عورت کو ایک طلاق بھی دی جائے تو وہ نکاح سے نکل جاتی ہے، تین طلاقیں دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ جب پہلی بار ہی طلاق دینے سے وہ نکاح سے نکل گئی تو دوسری تیسری بار طلاق کا لفظ بے معنی قرار دیا جائے گا، یہ بھی سمجھ لیجئے کہ ایسی عورت کے لئے عدت بھی لازم نہیں، اسی اعتبار سے اس حدیث میں کہا گیا ہے کہ تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھیں، حضرت عمرؓ کے ابتدائی زمانے تک غیر مدخولہ کو طلاق دینے کا یہی طریقہ تھا مگر بعد میں لوگوں نے انت طالق ثلاثاً (تجھے تین طلاق ہے) کہہ کر طلاق دینا شروع کر دیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے تجھے تین طلاق: بلاشبہ یہ تین ہی کہلائیں گی البتہ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی سے کہے تجھے طلاق: طلاق: طلاق: تو یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے شوہر نے تاکیداً طلاق کے لفظ کو دہرایا ہو مثلاً میں کہوں میں جاؤں گا: جاؤں گا: ضرور جاؤں گا۔ اسی طرح عہد نبوی سے عہد فاروقی کی ابتداء تک یہ عمومی طریقہ تھا کہ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو انت طالق انت طالق کہتا تو اس کی نیت تاکید کی ہوتی تھی، بالکل قطع تعلق کی نیت نہ ہوتی تھی، نیز اس زمانے میں تقویٰ خوف آخرت اور دینداری کا غلبہ تھا لہذا اگر کوئی قسمیہ طور پر کہتا کہ تین بار میں نے طلاق کا لفظ صرف بطور تاکید کہا ہے، میری نیت ایک طلاق ہی کی تھی تو اسے سچ تسلیم کر لینا مناسب اور ضروری تھا لیکن جب نئے نئے لوگ اسلام میں بکثرت شامل ہونے لگے تو سوال یہ پیدا ہوا کہ کیا واقعی یہ حضرات بھی صحابہ کرامؓ ہی کی طرح بالکل قابل اعتماد ہیں؟ اور طلاق کے بارے میں پے درپے ایسے تجربات ہوئے جن کے پیش نظر اکابر فقہیہ صحابہؓ کو سر جوڑ کر بیٹھنا پڑا۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ آپ ضرور سنیں وہ یہ کہ حضرت عمرؓ کے پاس عراق سے ایک سرکاری خط آیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا خبلک علی غاربک یعنی تیری رسی تیری گردن پر ہے حضرت عمرؓ نے اس شخص کو موسم حج میں بلوایا، حضرت عمرؓ سے اس کی ملاقات دوران طواف ہوئی پوچھا من انت تم کون ہو؟ اس نے کہا انما الرجل الذی امرت ان اجلب علیک یعنی میں وہی شخص ہوں جسے آپ نے طلب فرمایا تھا، آپ نے فرمایا تجھے رب کعبہ کی قسم سچ بتا: کہ خبلک علی غاربک سے تیری کیا نیت تھی؟ اس نے عرض کیا یا امیر المومنین لو استحلقتنی فی غیر هذا الموضع ما صدقتک اردت بهذا الفراق ترجمہ: یعنی اے امیر المومنینؓ آپ نے اس مقدس جگہ کے علاوہ کہیں اور قسم لی ہوتی تو میں سچ سچ نہ بتاتا، حقیقت یہ ہے کہ اس جملے سے میرا مقصد قطع تعلق (مکمل علیحدگی) ہی کا تھا، حضرت عمرؓ نے فرمایا عورت تیرے ارادے کے مطابق تجھ سے علیحدہ ہو گئی۔

غیر مقلد یہ واقعہ کس کتاب میں ہے؟

مقلد موطا امام مالک میں ماجاء فی الحلیۃ والبریۃ واشباہ ذلک کے باب میں ہے ذرا سوچئے: یہ عراقی شخص ایک عورت کے لئے جھوٹی قسم کھانے کیلئے آمادہ تھا مگر کعبہ اللہ کی عظمت و تقدس اور حج کے تبرک ایام نے اس کے نفس کو جھوٹ سے باز رکھا، کیا یہ امر شرعی طور پر باعث تشویش نہیں کہ ایک شخص مکمل علیحدگی کی نیت سے تین طلاقیں دیدے پھر غلط بیانی سے کام لے کر کہے کہ میری نیت صرف ایک

بی طلاق کی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فراسبت ایمانی سے اس چور دروازے کو بند کرنے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا اور طے فرمایا چونکہ لوگوں نے ایسے امر میں جلد بازی شروع کر دی جس میں انہیں تاخیر کرنی چاہئے تھی لہذا اب جو شخص تین طلاقیں دے گا اسے تین ہی قرار دیں گے۔ اس سلسلے میں محقق ابن ہمام لکھتے ہیں "لم یسئل عن احد منهم انه مخالف عمر حين امضى الثلاث و هو يكفي في الاجماع" ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاق کا فیصلہ نافذ فرمادیا اس سلسلے میں کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے بھی اختلاف کی کوئی روایت نہیں اور یہ بات اجماع امت کا کافی ثبوت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کے بعد چودہویں صدی کے کچھ لوگوں کے اقوال پیش کر کے اجماع امت کا انکار کہاں کی دین داری ہے؟

غیر مقلد

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت جو میں نے پیش کی اس سے تو واضح ہوتا ہے کہ ان کا مسلک حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مختلف تھا، پھر کوئی کیسے کہہ سکتا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق تھا؟

مقلد

میں نے تفصیل سے بتلایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مراد کیا تھی، پھر آئیے دیکھیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مسلک ان کی دوسری روایات کی رو سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ ابوداؤد شریف میں روایت ہے حضرت مجاہد بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا کہ ایک شخص آیا "فقال انه طلق امرته ثلاثا فسكت حتى ظننت انه رادها اليه ثم قال ينطلق احدكم في ركب الحمور فقلتم يقول يا ابن عباس وان الله قال ومن يتق الله يجعل له مخرجا وانك لم تنق الله فلا اجل لك مخرجا عصيت ربك وبانت منك امراتك" ترجمہ: اس نے عرض کیا کہ وہ اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دے کر آیا ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہ خاموش رہے، مجھے گمان ہوا کہ آپ رجوع کا حکم دیں گے لیکن انہوں نے فرمایا کہ لوگ پہلے حماقت پر سوار ہو جاتے ہیں اور پھر کہتے ہیں اے ابن عباس: اے ابن عباس: بے شک اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے کہ جو اللہ جل جلالہ سے ڈرے اس کے لئے نجات کی صورت ہوتی ہے اور چونکہ تو اللہ جل جلالہ سے نہ ڈرا اس لئے تیرے لئے کوئی راہ نہیں اور تیری بیوی تجھ سے الگ ہو گئی۔ یہ روایت مختلف راویوں نے بیان کی اور تمام روادے متفقہ طور پر نقل کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تین طلاقیں کو نافذ کر دیا، اس طرح کی کئی اور روایات بھی کتب حدیث میں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی ایک نشست میں دی گئی تین طلاقیں کو تین ماننے میں جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہم مسلک تھے اس مسئلہ میں پوری امت ایک طرف ہے شیعہ اور غیر مقلد دونوں دوسری

طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مسلک پر مقلد حضرات ہیں اور شیعہ مسلک کی جانب آپ حضرات ہیں۔ اسی طرح سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں بروحی ہوئی آبادی اور دوسرے تقاضوں کے تحت جمعہ کی اذان ثانی شروع کی تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سے اتفاق کیا، پوری امت نے اسے اختیار کیا لیکن آپ لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس عمل کے بھی مخالف ہیں۔

شیعہ مقلد

لیکن ان خلفاء حضرات رضی اللہ عنہم کو ایسے طریقے ایجاد کرنے اور بدعات نافذ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

مقلد

کیا کبھی آپ نے اس امر پر غور کیا کہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے خلاف زہرا مگنا شیعوں کا مشن رہا ہے اس ناپاک سازش میں آپ حضرات کیوں شریک ہو جاتے ہیں؟ افسوس ہے کہ آپ ان مقدس حضرات پر بدعت کا الزام لگاتے ہیں جب کہ نبی اکرم رضی اللہ عنہ نے ان کے افعال و اعمال کو سنت قرار دیا ہے حکم ہے، علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين، یعنی تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت لازم ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے اعمال کو سنت قرار دیا ہے اور غیر مقلدین اسے بدعت قرار دے رہے ہیں، کیا اس صریح مجرمانہ بغاوت میں آپ شیعوں کے ساتھ شریک نہیں؟ ذرا غور فرمائیے: شیعہ اپنی خواتین کو مسجد لے جانا پسند کرتے ہیں اور آپ کو بھی یہی پسند ہے، شیعوں کی فقہ جعفریہ کی رو سے ایک نشست میں دی گئی تین طلاقیں کو ایک تسلیم کیا جاتا ہے آپ حضرات کا بھی یہی مسلک ہے، شیعوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم پر تنقید کی آپ حضرات بھی بلا سوچے سمجھے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اعمال کو باطل، بدعت اور خلاف سنت قرار دیتے ہیں (معاذ اللہ)۔

آج کل کے غیر مقلدین ائمہ فقہ کی پوری جماعت کو معاذ اللہ گمراہ قرار دیتے ہیں، ان کے مسلک کے اعتبار سے پوری امت کے کروڑوں افراد جاہل اور گمراہ ہیں، یہ غیر مقلدین جن میں کے بیشتر صاحبان عربی زبان سے ناواقف ہیں، علم دین کا اپنے آپ کو ٹھیکیدار قرار دیتے ہیں، بمبئی شہر کے پچاس لاکھ مسلمانوں میں مشکل سے ان کی تعداد دس ہزار ہوگی، لیکن یہ دس ہزار سمجھتے ہیں کہ بقیہ چوبیس لاکھ نوے ہزار مسلم بھائی مشرک اور کافر ہیں۔ یہی تناسب ان کا دنیا بھر میں ہے دنیا میں اس وقت اگر سو کروڑ مسلمان آباد ہیں تو ان میں غیر مقلدین پچاس لاکھ ہوں گے، جاہل قسم کے غیر مقلدین کی دانست میں باقی تینانوے کروڑ پچاس لاکھ فرزند ان توحید اور غلامان مصطفیٰ رضی اللہ عنہ گمراہ، کافر اور مشرک ہیں، اس بدگمانی کی وجہ سے کئی صحیح

احادیث کی بھی تکذیب ہوتی ہے۔

کس صحیح حدیث کی تکذیب ہوئی ہے ذرا تفصیل سے بتائیے تو سہی:

غیر مقلد

مقلد ابوداؤد شریف میں ارشاد ہے 'یوشک الامم ان تداعی الاکلة الی قصعتها فقال قائل ومن قلة یومئذ قال بل انتم یومئذ کثیر یعنی عنقریب غیر مسلم قومیں تمہاری سرکوبی کیلئے ایک دوسرے کو دعوت دیں گی اور پھر وہ سب دھاوا بول دیں گی جیسے کہ بہت سے کھانے والے لوگ ایک دوسرے کو بلا کر دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں، ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت: کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہوگی؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اس وقت تم بہت بڑی تعداد میں ہو گے۔ اس طرح کئی ارشادات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غلامانِ مصطفیٰ کثیر تعداد میں ہوں گے، اس کے برعکس غیر مقلدین امت مسلمہ کو انتہائی قلیل تعداد میں محدود کرنے کے حکم کھلا مجرم ہیں، حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے 'لن یجمع امتی علی الضلالة' یعنی میری امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی، پوری امت تقلید پر متفق ہے، اگر تقلید کو گمراہی مانتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ کے ارشاد کی تکذیب ہوتی ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر ایمان کا تقاضا ہے کہ غیر مقلدین ہی کو قطع مانا جائے۔

غیر مقلد

لیکن مجھے آپ کی اس رائے سے سخت اختلاف ہے کہ ہم الحمد للہ، شیعوں سے

کوئی تعلق رکھتے ہیں۔

مقلد

میرا یہ دعویٰ ہی نہیں کہ غیر مقلدین اور شیعوں میں کوئی ساز باز ہے بلکہ میرا منشا یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عموماً اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے خصوصاً آپ کا عملی اختلاف شیعہ حضرات کے طرز فکر کا مرہون منت ہے، ہاں ایک بات ابھی ذہن میں آئی کہ شیعہ خواتین چہرہ کھلا رکھنا جائز سمجھتی ہیں اور بہت سے مشہور معروف غیر مقلد علماء مثلاً یوسف قرضاوی، شمس پیرزادہ وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں۔

غیر مقلد

ہاں ہمارے بعض علماء نے عورتوں کو چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت دی ہے اس کے

لئے ان کے پاس دلائل بھی ہیں۔

مقلد

آپ میری دلیل کا جواب دیں کہ کیا یہ درست ہے کہ آپ نے پیام نکاح سے پہلے ایک

نظر عورت کو دیکھنے کی اجازت عطا فرمائی ہے؟

غیر مقلد

بالکل درست ہے اس پر آپ کو کیا اعتراض ہے، آپ کے حنفی لوگ بھی تو اس

اجازت کے قائل ہیں

مقلد

میرا سوال یہ ہے کہ اگر عام طور پر عورت کے لئے چہرہ کھلا رکھنا جائز ہوتا تو پھر اس اجازت کی کیا ضرورت تھی؟

غیر مقلد

اچھا آپ یہ بتائیے کہ فقہ کے امام چار ہی کیوں ہوئے؟

مقلد

اگر پانچ ہوتے تو آپ پوچھتے کہ پانچ ہی کیوں ہوئے، تین ہوتے تو آپ پوچھتے کہ تین کیوں ہوئے؟ دراصل فقہائے کرام رضی اللہ عنہم تو بہت سارے حضرات تھے لیکن تمام مسائل پر مفصل بحث ان چار مسلکوں میں ہی ہوئی اور کتاب الطہارت سے لے کر کتاب الفرائض تک تمام مسائل مرتب و مدون ہو کر امت کے سامنے آئے، بے شمار کتابیں تصنیف کی گئیں، اس تفصیل سے دوسرے مجتہدین رضی اللہ عنہم کے مسائل مرتب نہ ہو سکے اس لئے ان کے مسائل مروج نہ ہو سکے۔ چار مسائل کیوں بنے اس کی حقیقی مصلحت تو اللہ عزوجل ہی بہتر جانتے ہیں لیکن چار کے عدد کی دین میں کچھ خصوصیت رہی ہے مثلاً انبیاء و رسل علیہم السلام کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار تشریف لائے لیکن ان میں جلیل القدر، جن کے پیرو کثیر تعداد میں ہوئے ہیں، چار ہیں ① سید الانس والجن حضرت محمد مصطفیٰ رضی اللہ عنہ ② حضرت ابراہیم علیہ السلام ③ حضرت موسیٰ علیہ السلام ④ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، آسمانی کتابیں نازل ہوئیں ان میں سے شہرت چار کو ملی ① قرآن مجید ② تورات ③ انجیل ④ زبور، ملائکہ لا تعداد ہیں مگر شہرت یافتہ چار ہیں ① حضرت جبرائیل علیہ السلام ② حضرت میکائیل علیہ السلام ③ حضرت عزرائیل علیہ السلام ④ حضرت اسرافیل علیہ السلام، اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہزار ہا تھے لیکن امتیازی شان چار کو نصیب ہوئی ① حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ② حضرت عمر رضی اللہ عنہ ③ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ④ حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

① سورہ بقرہ آیت ۲۲۶ میں ہے "جو لوگ اپنی بیویوں سے نہ ملنے کی قسم کھالیں ان کے لئے چار مہینے تک مہلت ہے پھر اگر وہ رجوع کر لیں تو اللہ عزوجل ان کو معاف فرمانے والا ہے" ② سورہ حم سجدہ آیت ۱۰ میں ہے "اور اس نے اس زمین پر پہاڑ گاڑ دیئے اور اس میں برکتیں رکھیں اور اس میں اس کے غذائی ذخیرے سب ضرورت مندوں کے لئے یکساں چار روز میں کر دیئے" ③ سورہ توبہ آیت ۳۶ میں ہے "مہینوں کی گنتی اللہ عزوجل کے ہاں بارہ مہینے ہے جب سے آسمانوں زمین وجود میں آئے ان میں حرمت والے چار مہینے ہیں" ④ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو موت کے بعد زندگی کا ثبوت چار پرندوں کے ذریعے دکھایا گیا۔ ⑤ دیکھئے سورہ بقرہ آیت ۲۶۰ نکاح کے لئے زیادہ سے زیادہ چار بیویوں کی اجازت دی گئی الغرض چار کے عدد کی دین میں

اہمیت بہت زیادہ ہے، ممکن ہے فقہ کے چار امام اللہ ﷺ کی ایسی ہی کسی حکمت کا مظہر ہوں اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

غیر مقلد سورہ توبہ آیت نمبر ۳۱ میں اللہ ﷺ عیسائیوں کی گمراہی کا ذکر فرماتا ہے کہ عیسائیوں نے اپنے اخبار اور رہبان کو اللہ ﷺ کے سوا اپنا رب بنالیا ہے جب کہ آگے اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”اور انہیں صرف یہی حکم تھا کہ ایک اللہ ﷺ کی ہی عبادت کریں اور اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں وہ پاک ہے ان کے شرک سے“ بھلا بتلائیے: کہ آپ حضرات میں اور عیسائیوں میں کیا فرق ہے؟ عیسائیوں نے اخبار اور رہبان کی تقلید کی اور آپ اماموں کی تقلید کرتے ہیں تو کیا فرق رہا آپ میں اور ان میں؟

مقلد سورہ توبہ جس کا آیت طرکی آپ نے اشارہ کیا ہے اس کے بعد خود اللہ ﷺ نے وضاحت فرمائی ہے کہ یہ اخبار اور رہبان کون تھے؟ چنانچہ فرمایا ”ان کثیر من الاخبار والرهبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ والذین یکنزون الذهب والفضۃ ولا ینفقو نہافی سبیل اللہ“ ترجمہ: بہت سے اخبار اور رہبان لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ ﷺ کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ جمع کرتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ ﷺ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ایسے بدصفت بددیانت اور حریص اخبار اور رہبان کی پیروی کی مذمت کی گئی ہے اس سے فقہاء کرام رحمہم اللہ کو کیا نسبت؟ فقہاء رحمہم اللہ تو اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے، عبادت گزار، متقی اور پرہیزگار حضرات تھے، آج تک ان کی سیرت پر کسی نے کچھ اچھالنے کی جرات نہیں کی، ان کی پاکیزہ زندگی کی شہادت تو ان کے مسلک سے اختلاف رکھنے والے بھی دیتے ہیں، پھر آپ نے ان مقدس ہستیوں کو اخبار اور رہبان جیسے مفاد پرست عناصر کے ہم پلہ قرار دینے کی جرات کیسے کی؟ پھر یہ اخبار اور رہبان تو ریت اور دوسری آسمانی کتابوں میں تحریف کرتے تھے، کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ معاذ اللہ کسی امام فقہ نے کسی قرآنی آیت میں تحریف کی ہے؟ پھر وہ اخبار اور رہبان مال کے حریص اور لالچی تھے، خود صدقہ دینا اور کنار دوسروں کو صدقہ دینے سے روکتے تھے، حالانکہ ائمہ فقہ رحمہم اللہ کی دریا دلی اور فیاضی کی ایک دنیا معترف ہے، پھر وہ لوگ ان اخبار اور رہبان کی اطاعت اسی طرح کرتے تھے جس طرح بلاچوں چراں اللہ ﷺ کی اطاعت کی جانی چاہئے؟ اس سلسلے میں آپ سمجھ لیں کہ امام مالک رحمہم اللہ کے شاگرد امام شافعی رحمہم اللہ تھے انہوں نے اپنے استاد کی بے چوں چراں اطاعت نہیں کی بلکہ انہیں جو امور ان کی اپنی تحقیق کے بعد سنت سے قریب نظر آئے

ان امور میں اپنے استاد سے اختلاف کیا چنانچہ ان کا ایک الگ مسلک بن گیا پھر امام شافعی رحمہم اللہ کے شاگرد امام بن حنبل رحمہم اللہ تھے انہوں نے بھی بے چوں چراں اطاعت نہیں کی بلکہ جو امور تحقیق کے بعد انہیں سنت سے قریب محسوس ہوئے ان میں اپنے استاد سے اختلاف کیا اس طرح ان کا ایک الگ مسلک بن گیا، امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کے تلامذہ امام محمد رحمہم اللہ امام ابو یوسف رحمہم اللہ اور دوسرے کئی حضرات نے بھی اسی طرح بعض مسائل میں اپنے استاد سے اختلاف کیا اور اقرب الی السنۃ مسلک اختیار کیا پھر یہ سلسلہ وہیں ختم نہیں ہو گیا بلکہ بعد کے ادوار میں بھی تحقیق و تفتیش اور اجتہاد کا سلسلہ جاری رہا ہے لہذا ائمہ فقہ رحمہم اللہ اور اخبار اور رہبان میں کوئی نسبت نہیں، ان کے لئے اس آیت کو پیش کرنا جہالت کی علامت ہے۔

غیر مقلد اچھا یہ بتلائیے: کہ سورہ الانعام آیت ۱۵۳ میں جو حکم ہے ”وان هذا صراطی مستقیم“ فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ“ ترجمہ: اور یہی میری سیدھی راہ ہے پس اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تم کو (اللہ ﷺ کے) راستے سے بھٹکا دیں گے، اس صاف صریح اور واضح حکم کے باوجود ایک راہ کو چھوڑ کر چار چار راہوں کو صحیح سمجھنا کیا حماقت اور نادانی نہیں؟

مقلد آپ جانتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت خاتم الانبیاء علیہ السلام تک ہزاروں انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے سب کا دین اسلام ہی تھا، اسلام کے بنیادی عقائد توحید، رسالت، آخرت ہیں اور تعلیم حسن اخلاق ہے، یہ امور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے ہاں مشترک ہیں خالق کائنات ﷺ کو اس میں بال برابر فرق گوارا نہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے عبادت کے طریقے اپنے اپنے زمانہ کے اعتبار سے مقرر کئے جو اکثر مختلف تھے، یعنی اللہ ﷺ نے عبادت میں حکمت و مصلحت اسی کو قرار دیا کہ مختلف انداز میں اس کے بندے اس کی قدرت، کمالات، احسانات اور انعامات کے گن گائیں الگ الگ مقرر طریقوں سے اسے منائیں اور مختلف انداز میں اس کے حضور مناجات کریں، اپنی نیاز مندی اور اظہار عقیدت کے لئے بندوں کو طرح طرح کے احکامات ہر دور میں دیئے گئے ان امور پر غور کرنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ بندوں سے مختلف انداز میں عبادات مطلوب رہی ہیں۔

آپ نے سورہ انعام کی آیت ۱۵۳ اور میان سے پیش کی اصل مضمون آیت ۱۵۱ سے شروع ہوا ہے اس میں احکام اس طور پر ہیں ① اللہ ﷺ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو ② ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو ③ اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو ④ چھپی اور کھلی ہر قسم کی بے حیائی سے بچو ⑤ جس جان

کی اللہ ﷻ نے حرمت رکھی ہے اسے ناحق نہ مارو ⑤ قبیہوں کے مال میں خیانت نہ کرو ⑥ ناپ تول انصاف سے کرو ⑦ جب بات کہو انصاف کی کہو اگرچہ معاملہ رشتے داری کا ہو ⑧ اللہ ﷻ سے کیا ہوا عہد پورا کرو۔ ان احکام کے بعد فرمایا اور یہی میری سیدھی راہ ہے بس اسی پر چلو دوسرے رستوں پر نہ چلو کہ وہ تم کو اللہ ﷻ کے راستے سے جدا کر دیں گے، یہ حکم عقائد اور حسن اخلاق پر مبنی احکام کے بارے میں نازل ہوا ہے یعنی عقائد اور حسن اخلاق کی راہ ایک ہی راہ ہے اس میں ذرا ادھر ادھر ہوئے تو گمراہ ہوئے۔ اسی طرح ان آیات میں بھی ذرا غور فرمائیے مثلاً ① ”وَمَا لَنَا أَنْ لَا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا“ (ابراہیم) ترجمہ: اور ہم کیوں نہ اللہ ﷻ پر بھروسہ کریں کہ اس نے ہمیں راستوں کی راہنمائی بخشی۔ سبیل جمع ہے سبیل کی، سبیل کا معنی راستہ اور سبیل کا معنی کئی راستے، تو جب اللہ ﷻ نے کئی راستوں کی راہنمائی بخشی ہے تو پھر ان راستوں پر چلنا غلط کیسے ٹھہرا؟ ② یدھی به الله من اتبع رضوانه سبیل السلام (مائدہ) یعنی جو لوگ اس کی رضا پر چلتے ہیں اللہ ﷻ ان کو اس قرآن کے ذریعہ سلامتی کی راہیں دکھلاتا ہے یہاں بھی ایک راہ کا ذکر نہیں بلکہ راہوں کا ذکر ہے ان راہوں کی ہدایت اللہ ﷻ کا انعام اور احسان قرار دی گئی ہے، ③ والذین جاهدوا فینا لنهیدنہم سبیلنا (عنکبوت) یعنی جو لوگ ہماری رضا کے لئے دوڑ دوڑ کر بیٹھے انہیں ہم اپنے راستے دکھلائیں گے، یہاں بھی لفظ سبیل ہے یعنی راستے صرف ایک راستہ نہیں۔ اب آپ غور فرمائیے: کہ ان آیات میں اللہ ﷻ نے راستوں کی راہنمائی کو اپنا احسان اور فضل قرار دیا ہے اس سے کیا یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ عقائد نیز اخلاق میں یکسانیت مطلوب ہے اور عبادات میں مختلف انداز اور اسلوب مطلوب ہیں اس موقع پر ذوق کا ایک شعر یاد آ رہا ہے

گلابائے رنگ رنگ سے ہے زینتِ چمن

اے ذوق اس جہاں کو ہے زیبِ اختلاف سے

صاحبِ شریعت نے اسی لئے مسائل میں گنجائش رکھی ہے کہ اگر مطلوب و مقصود یکساں انداز کی عبادات ہوتیں تو اس سلسلے میں واضح، محکم اور دو ٹوک احکام دیئے جاتے جیسے قیام، رکوع اور سجدے کی ہیئت پر تمام مسالک متفق ہیں، اسی طرح آداب میں بھی اختلاف کی گنجائش باقی نہ رکھی جاتی، آداب میں گنجائش ہمارے مالک و مدبر رب ﷻ نے اسی لئے رکھی ہے کہ اسے رنگارنگی، تنوع اور مختلف انداز پسند ہیں، ورنہ لازماً تمام آداب کے لئے یکساں حکم سختی کے ساتھ نافذ کر دیا جاتا، نبی اکرم ﷺ نے جس امر کے نفاذ میں توسع

فرمایا اور گنجائش رکھی، اس میں آپ حضرات تنگی پیدا کرنا چاہتے ہیں حالانکہ دین متین نے سہولت کی راہ کھلی رکھی ہے لیکن انہوں نے غیر مقلدین سہولت سے محرومی کو ترجیح دیتے ہیں۔

خود آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ فلاں جگہ جلد از جلد پہنچو اور مغرب کی نماز وہیں ادا کرو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جلد روانہ ہو گئے مگر راستہ میں ہی مغرب کا وقت تنگ ہونے لگا تو کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے راستے میں ہی نماز ادا کی یہ سمجھتے ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کا مقصد اس جگہ جلد از جلد پہنچنا تھا، اب جب کہ مغرب تک وہاں پہنچنا ممکن نہیں ہے اس لئے نماز کیوں قضا کی جائے مگر کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے ظاہری الفاظ پر عمل کرتے ہوئے راستے میں نماز نہیں پڑھی بلکہ منزل پر پہنچ کر نماز ادا کی، بعد میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا اور آپ ﷺ نے دونوں فریقوں کے عمل پر کوئی تنقید نہیں فرمائی، اس سے معلوم ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ کے احکام کی تعبیر میں اگر اجتہادی اختلاف ہوتا ہے تو وہ باعثِ تنقید نہیں ہے، آپ ﷺ نے دین میں تنگی نہیں فرمائی تو آپ عوام کو سہولتوں سے محروم کیوں کرتے ہیں؟

غیر مقلد

سہولتوں سے تو آپ لوگ دنیا کو محروم کرتے ہیں مثلاً جمع بین الصلوٰتین کو درست نہیں سمجھتے ورنہ ہم لوگ ظہر و عصر اور مغرب و عشاء ایک ساتھ ادا کرنے کی گنجائش کے قائل ہیں۔

مقلد

اس مسئلے میں بھی آپ اور شیعہ حضرات ایک ہی کشتی میں سوار ہیں، شیعہ فرقہ کے لوگ تین وقت نماز ادا کرتے ہیں اور آپ بھی تین وقت میں پانچ ادا کر لینا کافی سمجھتے ہیں، حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تحقیق کے مطابق جمع بین الصلوٰتین عرفات اور مزدلفہ میں بعض شرائط کے ساتھ مسنون ہے، کسی اور موقع پر جمع کا حکم نہیں دیا گیا، ترمذی شریف کی ایک روایت سن لیجئے: ”عن ابن عباس عن النبی قال من جمع بین الصلوٰتین من غیر عذر فقد اتى من ابواب الکبائر“ یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص بلا عذر جمع بین الصلوٰتین کرے اس نے کبائر میں سے ایک کبیرہ گناہ کیا، امام محمد رضی اللہ عنہ نے موطا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا ہے ”انہ کتب فی الافاق ینہاہم ان یجمعوا بین الصلوٰتین ویخبرہم ان الجمع بین الصلوٰتین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر“ یعنی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام صوبوں میں فرمان بھیج کر جمع بین الصلوٰتین کی ممانعت کر دی تھی اور انہیں خبردار کیا تھا کہ ایک وقت میں دو نمازیں جمع کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ایک

کیرہ گناہ ہے۔

جن احادیث سے جمع بین الصلوٰتین کا جواز ظاہر ہوتا ہے، تحقیق کی جائے تو ان میں سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ ایک نماز اپنے آخر وقت میں ادا کی جائے اور اس کے بعد والی دوسری نماز شروع وقت میں ادا کر لی جائے یہ جائز ہے بوقت ضرورت۔ میں نے آپ سے یہ عرض کیا تھا کہ غیر مقلدین، دین کی عطا کردہ سہولت سے محرومی کو ترجیح دیتے ہیں اس سے میرا اشارہ اس طرف تھا کہ ایک عام شخص جو دین کا کھل علم حاصل نہیں کر سکتا وہ کسی مستند امام فقہ کی تقلید اختیار کرے تو اسے حدیث کی تمام کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت باقی نہ رہے گی، مجتہد بننے کے لئے گہرے علم و تدبر کی ضرورت ہے، جیسے وکیل بننے کے لئے ماہر قانون بننا ضروری ہے، زندگی کے سترہ اٹھارہ سال تعلیم حاصل کرے اور پانچ دس سال کسی ماہر وکیل کے زیر تربیت رہے تو اسے حق دیا جاتا ہے کہ وہ قانون کے بارے میں اپنی زبان کھولے۔

کسی فن میں مہارت اور کمال حاصل کئے بغیر اس فن میں بحث کرنا بلکہ اس فن کے اماموں پر زبان تنقید اور تنقیص کو نال صرف جاہل اور بے وقوف ہی کا کام ہے، افسوس ہے کہ جو لوگ عربی زبان کے چند جملے اپنے طور پر بول یا سمجھ نہیں پاتے وہ ان کے خلاف زبان درازی کرتے ہیں جنہوں نے پچاس پچاس، ساٹھ ساٹھ سال تک دریائے علم و فن میں غوطہ زنی کی ہے، یہی وجہ ہے کہ کلیان مینشن کا غیر مقلد مومن پورہ کے غیر مقلد سے الگ خیالات رکھتا ہے 'میں واڑے' کا غیر مقلد کو مسہرہ کے غیر مقلد سے مختلف نظر آتا ہے، اس طرح آپ لوگ اپنے مسلک میں بھی بر بنائے جہالت مختلف فیہ ہیں، اسی جہالت اور کم فہمی کی بنا پر آپ حضرات اکثر جماعت کی نماز سے محروم رہتے ہیں، یا بھاگ بھاگ کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد میں پناہ لیتے ہیں، یہ ہے سہولتوں سے محرومی کی بات۔ بمبئی کی چھ سو سے زائد مساجد کے دروازے جماعت کی نماز ادا کرنے کے لئے آپ نے اپنے آپ پر بند کر رکھے ہیں اور چھ مساجد پر اکتفا کئے ہوئے ہیں، یہ ہے سہولتوں سے محرومی اور تنگ ذہنی، ہمارا حال یہ ہے کہ ہم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر اس یقین کے ساتھ عمل کرتے ہیں کہ ان کا مسلک سنت کے مطابق ہے تاہم امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو بھی سنت سے قریب ہی سمجھتے ہیں۔

غیر مقلد کتنی عجیب بات ہے آپ کی، دو مختلف مسلک ہوں تو ان میں سے ایک غلط ہوگا تو دوسرا درست دونوں ہی درست کیسے ہو سکتے ہیں؟

مقلد کیا آپ کو داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کا واقعہ معلوم ہے؟

غیر مقلد میں قصوں کے چکر میں نہیں پڑتا، مجھے تو کوئی ٹھوس حدیث بتلائیے:

مقلد داؤد علیہ السلام و سلیمان علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید کا ذکر کردہ ہے، قرآن یا حدیث میں سے زیادہ اہمیت کس کی ہے؟

غیر مقلد پہلی اہمیت قرآن کی ہی ہے اور حدیث دوسرے نمبر پر ہوگی، بہر حال آپ قصہ بتلائیے:

مقلد سورہ انبیاء کی آیت ۸۷ ملاحظہ فرمائیے "و داؤد و سلیمان اذ یحکم فی الحوت اذ نفشت فیہ غنم القوم و کنا ل حکمہم شاہدین ففہمناہا سلیمان و کلا اتینا حکماً و علما" ترجمہ: داؤد جب اس کھیتی کا جھگڑا چکا رہے تھے، جس میں کچھ لوگوں کی بکریاں جا گھسی تھیں اور ہم ان کے فیصلے پر نظر رکھے ہوئے تھے، چنانچہ ہم نے سلیمان کو معاملہ سمجھا دیا اور ہم نے ان میں سے ہر ایک کو علم و فقہ سے نوازا تھا۔ دیکھئے: حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک فیصلہ دیا لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنا دوسرا مسلک پیش فرمایا، داؤد علیہ السلام کو ایسا محسوس ہوا کہ ان کے اپنے فیصلے کی بنسبت بیٹے کا مشورہ زیادہ بہتر ہے تو انہوں نے اپنا فیصلہ بدل دیا، دونوں کے درمیان اختلاف ہوا اللہ تعالیٰ نے اس پر فرمایا و کلا اتینا حکماً و علماً یعنی ہم نے ان میں ہر ایک کو علم و فقہ سے نوازا تھا دیکھئے دو بالکل مختلف مسالک تھے اور دونوں ہی درست، صحیح اور علم و حکمت کے مطابق:

غیر مقلد آپ قرآن کریم کی آیات صحیح پڑ رہے ہیں؟ یا اپنے شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی طرح غلط سلسلہ نقل کر دیتے ہیں، کیا آپ کو معلوم ہے انہوں نے قرآن میں تحریف کر ڈالی ہے؟

مقلد انسان خطاؤں کا پتلا ہے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک غلطی ہوئی "ایضاح الاولہ" میں قرآن مجید کی ایک آیت میں تشابہ لگ گیا اور آیت غلط نقل ہو گئی، بہت ممکن ہے یہ غلطی کتاب کی طباعت کے وقت کاتب صاحب کو تشابہ لگ جانے کی وجہ سے ہوئی ہو، تاہم شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اطلاع پاتے ہی اس غلطی کا اعتراف کر لیا تھا، ایضاح الاولہ کے نئے ایڈیشنوں میں اس آیت کی تصحیح کر دی گئی ہے، دیکھنا یہ چاہیے کہ آیا غلط آیت نقل کرنے کا مقصد تحریف قرآن ہے یا فقط ایک سہو ہے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے آیت نقل کرنے میں ضرور چوک ہوئی لیکن اس سے جو دلیل پیش کی گئی وہ روح

قرآن کے مطابق ہے، اس سے ثابت ہوا کہ یہ غلطی ارادی غلطی نہیں تھی اولہ کاملہ اور ایضاً اولہ کے جدید نسخوں میں اس غلطی پر اظہار ندامت و افسوس کیا گیا ہے۔

اب سنیہ: سلفی مسلک کے روح رواں عالم اور ہندوستانی غیر مقلدین کے نمائندے مولانا مختار احمد ندوی نے اپنے مکتبہ دار المعارف سے قرآن طبع کرائے تھے ان میں غلطیاں رہ گئی تھیں، قرآن کے نسخے غلط چھپ کر مارکیٹ میں آ گئے، یہ معاملہ ان کے نوٹس میں لایا گیا خطرہ پیدا ہوا کہ عوامی مہم شروع ہو جائے گی تو ان کا فروخت کرنا روک دیا گیا۔ جس طرح ایضاً اولہ میں قرآن کی آیت غلط طریقہ پر طبع ہو گئی تھی اسی طرح مولانا مختار احمد ندوی صاحب کے قرآنی نسخے کی یہ غلطیاں بھی یقیناً غیر ارادی تھیں۔

اب آئیے: ان دانستہ غلطیوں کی طرف جو غیر مقلدوں نے جان بوجھ کر گئی ہیں، حقانی صاحب نے انکشاف کیا ہے کہ ان کی کتاب ”قرآن و حدیث اور مسلک احمدیہ“ کی کتابت کے دوران انہیں مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث دیکھنے کی ضرورت پیش آئی، ربانی بک ڈپو کی شائع کردہ مشکوٰۃ میں اس حدیث کو تلاش کیا وہ نہ ملی، حالانکہ وہی روایت ترمذی، ابوداؤد، نسائی، مشکوٰۃ، مظاہر حق میں موجود تھی لیکن ربانی بک ڈپو کے نسخے سے غائب تھی، اس راز کا پردہ اس وقت فاش ہوا جب ربانی بک ڈپو کے مالک حکیم مصباح الدین صاحب نے بتلایا کہ اس کا ترجمہ ایک غیر مقلد نے کیا ہے اس نے شرارتاً اس حدیث کو غائب کر دیا ہے۔ اسی طرح لاہور سے چھپی مسلم شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر مشتمل ایک طویل حدیث غائب ہے، یہ کرمشہ بھی غیر مقلد کا تب ہی کا ہے، موطا امام مالک کے عربی نسخے میں موجود حدیثیں اردو ترجمے سے غائب ہیں جو غیر مقلدوں کے مسلک کے خلاف جاتی ہیں، اب آپ سچے دل سے بتائیے کہ کیا غیر مقلدین کی یہ خیانتیں قابل مواخذہ نہیں ہیں؟

غیر مقلد آپ اتنی معلومات رکھتے ہیں تو حدیث پر عمل کرنے میں آپ کو کیا دشواری ہے؟

مقلد الحمد للہ میں حدیث کے مطابق ہی عمل کرتا ہوں، لیکن حدیث سمجھنے کے لئے اپنے آپ پر نہیں بلکہ ائمہ فقہ پر اعتماد کرتا ہوں کیونکہ وہ ماہرین حدیث تھے، آج کل کے غیر مقلد برائے نام ہی غیر مقلد ہیں اصلاً تو وہ اپنی مسجد کے امام اور اپنے مسلک کے علمائے موجود کی تقلید کرتے ہیں۔

غیر مقلد بالکل غلط ہے میں کسی کی تقلید نہیں کرتا

مقلد پھر آپ مسائل کیسے سمجھتے ہیں؟

غیر مقلد صحاح ستہ سے آپ رضی اللہ عنہ کی سنت معلوم کر کے اس پر عمل کرتا ہوں۔

مقلد آپ رضی اللہ عنہ کے فرامین مقدسہ تو عربی زبان میں ہیں کیا آپ عربی زبان جانتے ہیں؟

غیر مقلد نہیں: عربی نہیں آتی تو کیا ہوا اردو ترجمے سے حدیث سمجھ لیتا ہوں۔

مقلد مطلب یہ کہ ترجمہ کرنے والے نے جو مطلب سمجھا ہے اس پر اندھا اعتماد کرتے ہیں اور آنکھیں بند کر کے اس کی پیروی کرتے ہیں۔

غیر مقلد اس کے بغیر چارہ کار کیا ہے؟ عربی زبان سیکھ بھی لوں تو آپ پوچھیں گے گرامر میں کس پر اعتماد کیا؟ لغت میں کس کی پیروی کی؟ آپ خواہ مخواہ مجھے تنگ کر رہے ہیں۔

مقلد دراصل دین کو آپ ہی لوگوں نے تنگ اور سخت بنا دیا ہے حالانکہ اللہ جل جلالہ نے تو صاف فرما دیا ہے یٰرِیدُ اللہ بکم الیسر ولا یزید بکم العسر اللہ جل جلالہ تمہاری آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں، خود سرکارِ دو عالم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”یسروا ولا تعسروا“ آسانیاں پیدا کرو مشکلات پیدا نہ کرو۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہمیں یقین ہے کہ وہ ہم سے ہزار درجہ زیادہ بہتر طور پر حدیث سمجھتے تھے، ان کی تابناک زندگی شاہد ہے کہ وہ نبی کریم رضی اللہ عنہ کے سچے عاشق اور تبع سنت تھے، دین کے مزاج اور اس کی حقیقی سپرٹ کو خوب سمجھتے تھے، اسی اعتماد کی وجہ سے ہم امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تحقیق کو معتبر جان کر عمل پیرا ہوتے ہیں، اسی کو پیروی کہتے ہیں، اس کے برعکس آپ لوگ اپنی مسجد کے امام کی تقلید کرتے ہیں جو آپ کو ہر طرح کی رعایت اور چھوٹ دیتا ہے مثلاً: ① سنتوں کے ترک کی رعایت کیونکہ بہت سے غیر مقلدین سنت نمازوں کے تقریباً تارک ہیں ② وتر ایک ہی رکعت ادا کریں گے حالانکہ وہ ایک دو نہیں گیارہ رکعت تک وتر کے قائل ہیں لیکن ایک رکعت ہی عموماً پڑھتے ہیں، کیا آپ نے کبھی گیارہ رکعت کی حدیث پر عمل کیا ہے؟ ③ بہت سے لوگ ۲۰ رکعت تراویح ادا کرنے سے بچتے ہیں کی خاطر غیر مقلدیت کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اور آٹھ رکعت نماز ادا کرنے میں عافیت سمجھتے ہیں ④ تسبیحات کی پابندی سے آزاد ہو جاتے ہیں، بہت کم غیر مقلدین تسبیحات اور ذکر واذکار کے پابند ہیں ⑤ ایک ساتھ تین طلاقیں دینا گناہ کبیرہ ہے، ایسے گناہگاروں کو الاؤنس اور چھوٹ دیدی جاتی ہے کہ کوئی بات نہیں تین دینے کی نیت کے باوجود ایک ہی لگی ہے ⑥ ان سب سے اہم امر یہ ہے آپ لوگوں کا یہ خیال کہ معاذ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتہادات غلط تھے ایمان کے لئے زہر قاتل ہے، ان کے اعمال کو بدعت اور گمراہی قرار دینا سیدنا

عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر آپ کے بعض علماء نے سخت چوٹیں کیں ہیں، حالانکہ مومن کی خصوصیت قرآن کی رو سے اس دعا کے مطابق ہونی چاہیے، ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف الرحیم (سورہ حشر ۱۰) یعنی اے ہمارے رب ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے، بخش دے اور ہمارے دل میں مومنین کے لئے کوئی کھوٹ نہ رکھ بے شک اے رب تو نرمی والا مہربان ہے۔

افسوس ہے کہ غیر مقلدین حضرات مومنین میں سے سابقین الالین کے لئے بھی اپنے دل میں کھوٹ رکھتے ہیں، شیعوں کی طرح یہ لوگ بھی اسلام کی مایہ ناز ہستیوں کے خلاف زبان درازی کرتے ہیں دوران گفتگو یہ امر تفصیل کے ساتھ سامنے آچکا ہے کہ کئی امور میں شیعہ اور غیر مقلد ایک ہی صف میں ہیں، آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ غیر مقلدوں کا ایک زبردست وکیل اور عالم محمد احسن امروہی سلفی جس نے تقلید کے خلاف ”مصباح الادلہ لدفع الادلۃ الاذلہ“ نامی کتاب میں حنفی مسلک پر انتہائی بے باکانہ حملے کئے تھے اس نے اخیر عمر میں قادیانی دھرم قبول کر لیا تھا، خود مرزا غلام احمد قادیانی پہلے غیر مقلد تھا، بعد میں نبوت کا دعویٰ کر کے داخل جہنم ہوا۔ اسی طرح غیر مقلد مولوی اسلم جیراج پوری مرتے وقت منکرین حدیث کی صف اول میں شامل ہو گیا تھا۔ یہ انجام ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ عظام رضی اللہ عنہم سے کینہ رکھنے والوں کا، آپ نے غیر مقلد عالم محمد حسین بیالوی کا نام سنا ہوگا؟

غیر مقلد ہاں: مولانا محمد حسین کے بارے میں جانتا ہوں ان کا رسالہ اشاعۃ السنہ مشہور ہے وہ تو اخیر عمر تک سلفی ہی رہے نہ قادیانی بنے نہ منکر حدیث۔

مقلد انہوں نے اپنے اسی رسالے کی جلد ۱۱ شمارہ ۲ صفحہ ۵۳ پر لکھا ہے ”پچپن برس کے تجربے سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں، ان میں بعض عیسائی اور بعض لاندہب بن جاتے ہیں جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے فسق و فحش کو اس آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے۔“

غیر مقلد افسوس: تبھی تو میں سوچتا ہوں کہ جب تک میں مقلد تھا ذکر واذکار، نوافل اور جماعت کا کس قدر پابند تھا، لیکن جب سے الحمدیث بنا ہوں میرا زیادہ تر وقت دوسروں کی تنقید اور غیبت میں

صرف ہوتا ہے، میری زبان پہلے گالی سی نا آشنا تھی لیکن اب جو سوسائٹی مجھے ملی ہے اس کا اثر یہ ہے کہ گالیاں میری زبان پر رواں ہو گئی ہیں، میرا تجربہ ہے کہ ہمارے اکثر ساتھی لین دین میں انتہائی خراب ہیں، اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، حالانکہ میرا تعلق غربائے الحمدیث کے ساتھ ہے جس کیلئے خود نبی اکرم رضی اللہ عنہ نے پیش گوئی فرمائی ہے کہ غرباء کے لئے بشارت ہے پھر بھی پتا نہیں ہمارے طبقے میں یہ اخلاقی زوال کیوں ہے؟

مقلد پہلے تو یہ غلط فہمی دور کر لیجئے کہ حدیث میں غرباء الحمدیث کے لئے کوئی بشارت ہے، استغفر اللہ: حدیث شریف کے الفاظ جہاں تک مجھے یاد ہیں وہ اس طرح ہیں ببدء الاسلام غریبا وسیعو وغریبا فطوبیٰ للغریباء (او کما قال علیہ السلام) یعنی اجنبی کی حیثیت سے اسلام کی ابتداء ہوئی اور دو بارہ وہ اجنبی بن کر رہ جائے گا تو مبارک ہے اجنبیوں کے لئے۔ اس میں غرباء الحمدیث کے لئے کوئی بشارت نہیں کیونکہ یہ نام ان کی جماعت کے لئے انہوں نے خود اختیار کیا ہے، جس طرح بدعتی حضرات نے اپنے آپ کو سنی کہنا شروع کر دیا ہے، لیکن سنی نام رکھ لینا اور سنت کے خلاف کرنا آخرت میں ہر گز مفید نہیں ہوگا بلکہ مضرب بن جائے گا۔ رہی یہ بات کہ غیر مقلدین میں ذکر واذکار کی طرف رغبت کم ہوتی ہے، نیز اخلاقی خرابیاں ان میں نسبتاً زیادہ پائی جاتی ہیں، اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ہر غیر مقلد اپنے آپ کو کروڑوں مسلمانوں سے افضل و اعلیٰ سمجھتا ہے، وہ یہ گمان کرتا ہے کہ چودہ سو سالوں میں جو بات نہیں سمجھی گئی وہ ہم نے سمجھ لی ہے، یہ ”میں پن“ ہی شیطان کو لے ڈوبا اسی طرح فرعون کے ذہن میں بھی یہی تھا کہ وہ سب سے اشرف و اعلیٰ ہے، اسی احساس نے قوموں کو گمراہ کیا، جب بھی کسی گروہ میں اپنی علم دانی کا غرور پیدا ہوگا وہ ضرور راہ راست سے ہٹک جائے گا۔

غیر مقلد میں نے دراصل الحمدیث مسلک تراویح کی بیس رکعتوں سے بچنے کی خاطر اختیار کیا تھا، پھر جوں جوں ان لوگوں سے ملتا رہا اور ان کی بتائی ہوئی احادیث پڑھتا رہا کچھ یوں محسوس ہوتا رہا کہ یہی مسلک صحیح ہے، آپ نے ترویج اور تراویح کا فرق بتا کر مجھے ذہنی الجھن میں ڈال دیا ہے، تاہم مجھے آپ لوگوں کی فقہ کی کتابوں پر سخت اعتراض ہے، ہمارے مولانا عبدالجلیل سامرودی صاحب نے ”اظہار حقیقت“ اور ”آئینہ حقیقت“ نامی کتابوں میں واضح فرمایا ہے کہ حنفی کتابوں میں نہایت ہی شرمناک قسم کے مسائل لکھے گئے ہیں، مثلاً چوپائے سے صحبت جیسے مسائل حنفی کتب فقہ میں ہیں، کیا یہ ذہنی گندگی اور دین سے دوری کی علامت نہیں؟

کیا اس قسم کے مسائل حدیث میں نہیں ہیں؟

مقلد

اب تک تو ایسی کوئی روایت کسی حدیث کی کتاب میں نہیں دیکھی۔

غیر مقلد

مقلد دراصل احادیث میں آپ لوگ اپنے ہی مسلک کی تائیدی روایات دیکھتے رہتے ہیں، اگر واقعی آپ نے احادیث کا مطالعہ کھلے ذہن کے ساتھ کیا ہوتا تو مشکوٰۃ کی یہ روایت ضرور مل جاتی: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو کوئی جانور کے ساتھ بد فعلی کرے اسے قتل کر دو، نیز اس جانور کو بھی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا جانور کا کیا قصور ہے؟ فرمایا میں نے اس کے متعلق نبی اکرم ﷺ سے کچھ نہیں سنا لیکن میرا قیاس ہے کہ آپ نے اسے ناپسند فرمایا کہ اس کا گوشت کھایا جائے یا اس سے کوئی اور کام لیا جائے۔

دراصل عبد الجلیل سامرودی صاحب نے ارادۂ فقہ کی چند عبارتوں کا گھٹیا اور گندہ ترجمہ کیا ہے تاکہ عوام کو فقہ سے بدظن کیا جاسکے، ایسی گندہ ذہنیت لے کر کوئی خدا نخواستہ نسائکم حوث لکم والی آیت کے شان نزول کو ابوداؤد میں پڑھے تو احادیث سے بدگمان ہو کر منکرین حدیث کی صف میں شامل ہو جائے، حقیقتاً دین ہمیں مکمل ملا ہے جو انسانی زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھتا ہے اور زندگی کے ہر پہلو کے مسائل میں راہنمائی دیتا ہے، پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ حیض و نفاس، طہارت و جنابت، غسل و تیمم، زنا و لواطت اور بد فعلی وغیرہ کے مسائل سے کتابیں خالی رہیں۔ عبد الجلیل سامرودی نے جن عبارتوں پر اعتراض کیا اور فقہ کا مذاق اڑایا ہے، ٹھیک انہی کے انداز میں اسی قسم کی روایتوں کو پیش کر کے منکرین حدیث نے انکار حدیث کا قندہ کھڑا کیا ہے۔

غیر مقلد

آپ یہ تو سوچئے کہ کیا کوئی انسان جانور سے بد فعلی کر سکتا ہے؟

مقلد

اگر جانور سے بد فعلی ممکن نہ ہوتی تو حدیث شریف میں یہ مسئلہ کیسے آتا؟ یورپ اور امریکا میں عورتیں کتے پالتی ہیں، ان کو چومتی چاٹتی، پیار کرتی اور گود میں لئے پھرتی ہیں، یہ ایک زندہ مثال ہے کہ جانور سے جسمانی لذت حاصل کی جاسکتی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے اس طرح لذت اندوز ہوتے ہوئے اگر کسی روزے دار مرد یا عورت کو انزال ہو جائے تو روزہ فاسد ہوگا یا نہیں؟ اگر علماء جواب نہ دیں تو الزام دیا جائے گا کہ علم دین معاذ اللہ ناقص ہے اور جواب دیا جائے کہ روزہ جماع سے فاسد ہوتا ہے محض انزال سے نہیں، البتہ غسل واجب ہوگا روزہ صحیح ہو جائے گا تو پرہیزگار ہوگا یا نہیں؟ اگر علماء جواب نہ دیں تو الزام دیا جائے گا کہ فحش اور بے حیائی کی بات کی

اس مثال پر آپ قیاس کر سکتے ہیں کہ سامرودی صاحب کے اعتراضات کس قدر بے بنیاد اور بے وزن ہیں، افسوس ہے کہ اس قسم کے جہالت بھرے اعتراضات پیش کر کے فقہاء کرام رحمہم کو مطعون اور بدنام کر کے لوگ اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں۔ ان تمام گناہوں کا سہرا عبد الجلیل سامرودی کے سر ہے۔

اب آئیے ذرا سامرودی کے خاندان کی مختصر تاریخ دیکھ لیتے ہیں، عبد الجلیل کے دادا محمد سامرودی تھے، انہوں نے تقریباً ایک سو بیس سال قبل غیر مقلدیت کا پرچار شروع کیا مقلدوں کو بار بار چیلنج کرتے رہے بالاخر حنفی عالم دین مفسر قرآن مولانا ابو محمد عبدالحق حقانی رحمہم کے ساتھ ڈابھیل میں (۷ جمادی الاول ۱۳۰۳ھ بروز جمعہ) ان کا پہلا مناظرہ ہوا، دوسرے روز سورت (شہر) میں بحث ہوئی، اس مناظرے کے مگران پولیس آفیسر محمد ابراہیم ٹیل صاحب تھے، انہوں نے اس مناظرے کی رپورٹ بھی پرنٹ کرائی ہے، جس کی نقل راندریر میں مفتی سید عبدالرحیم لاچپوری رحمہم کے پاس آج بھی الحمد للہ موجود ہے، اس مناظرے میں سامرودی صاحب کو بہت ذلت اٹھانی پڑی تھی اور ان کے بے شمار پیروکاروں نے غیر مقلدیت سے توبہ کر لی تھی، ان کے توبہ کرنے کے بعد خود سامرودی صاحب کو بھی توفیق توبہ ہوئی اور اس زمانہ کی مشہور شخصیت شیخ موسیٰ تزکی شوری رحمہم سے بیعت کی، ایک عربی قصیدے میں انہوں نے اپنے پیر صاحب کی شاعرانہ شخصیت کا تعارف کرایا ہے، مولانا عبدالشکور صاحب کی کتاب کرامات موسویہ میں اس کی تفصیل موجود ہے، انہیں مولانا محمد سامرودی کی نسل میں عبد الجلیل سامرودی پیدا ہوئے، جن کے متعلق کرامات موسویہ میں مولانا محمد سامرودی کے بھانجے صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں ”اور ان (مولانا محمد سامرودی) کے دو پوتے آج کل موجود ہیں جن میں ایک عبد الجلیل صاحب نو جوان عالم ہیں مگر علوم و فنون سے زیادہ تعلق نہیں رکھتے، صرف کچھ دینیات اور عربی وغیرہ سے مناسبت ہے۔“

جی ہاں انہی عبد الجلیل سامرودی صاحب نے فقہ کی کتابوں سے ایسی عبارتیں نقل کی ہیں جو ان کی ذہنیت کے لحاظ سے گندی اور بے حیائی پر مبنی تھیں، ان عبارتوں کا نہایت ہی گندی اور بازاری زبان میں ترجمہ کیا، منافرت کا ماحول بن گیا اور امن عامہ و قانون کا مسئلہ پیدا ہو گیا، پولیس میں شکایت درج کرائی گئی، سیکشن نمبر ۲۹۲ کے تحت پولیس کا مالک گرفتار ہوا اور سرکاری مقدمہ دائر ہو گیا، اس سلسلے میں پولیس سب انسپکٹر جی ایم گربانی نے حنفی عالم مفتی عبدالرحیم رحمہم (مفتی راندریر) سے ملاقات کی، مولانا نے وضاحت فرمائی کہ بے شک ہماری کتب فقہ میں یہ مضامین ہیں لیکن ان کا ترجمہ صحیح نہیں کیا گیا، جس طرح کوئی شخص اپنی ماں کو

اپنے باپ کی جو روکھ دے تو حقیقت کے اعتبار سے غلط نہ ہونے کے باوجود اسے بے ادبی، نادانی اور حماقت کہا جائے گا، یہی معاملہ اس پمفلٹ کا ہے، اس کا مقصد فقہ کا مذاق اڑانا اور عوام میں اس کے خلاف بدظنی پھیلانا ہے، اسی مقصد کے لئے ترجمہ نہایت ہی گھٹیا اور بازاری زبان میں کیا گیا ہے۔

اس مقدمے کے سلسلے میں مفتی صاحب رحمہ اللہ کورٹ میں بھی تشریف لائے، عدالت میں ڈیڑھ گھنٹے تک تقریر کی اور واضح کیا کہ فقہاء رحمہم نے ان مسائل کو کن ضرورتوں کے تحت بیان کیا ہے، مجسٹریٹ نے ایک مسئلے کی وضاحت سن کر اندازہ کر لیا کہ سامروڈی کے الزامات میں کوئی وزن نہیں بلکہ یہ لچر اور بیہودہ انداز ترجمہ کرنے والے کی سازش ہے۔ سامروڈی صاحب کے پاس اپنے دفاع میں جواب نہ تھا، اس لئے انہیں وکیل نے مشورہ دیا کہ تم بیان دے دو کہ یہ پمفلٹ نہ میں نے لکھا نہ چھپوایا اور نہ ہی تقسیم کیا ہے، سامروڈی صاحب نے شیعوں کے انداز میں تقیہ کر لیا، وکیل کی پیروی اور تقلید کی اور بھری عدالت میں جھوٹا بیان دیا، شہر کے لوگ تعجب کر رہے تھے کہ اگر سامروڈی نے پمفلٹ نہیں لکھا تو سمن کے جواب میں انکار کر دیتے، مقدمہ قائم ہی نہ ہو پاتا اور کورٹ میں یہ ذلت نہ اٹھانا پڑتی۔

چنانچہ یہ مقدمہ گواہ میسر نہ آنے کی وجہ سے خارج کر دیا گیا، اس کی تفصیلات گجرات کے (۱۹۵۸) کے رسائل و اخبارات میں دیکھی جاسکتی ہیں، بھروچ (کاوی) سے نکلنے والے ”پیغام“ گجراتی رسالہ میں بھی اس کی تفصیل موجود ہے، مجسٹریٹ کا نام سی ڈی گوشا ڈیہ تھا اور ناویل بندھو پر تنگ پریس کا مالک تھا، یہ حال اس شخص کا ہے جس کی تقلید یہ غیر مقلدین کر رہے ہیں۔

غیر مقلد

استغفر اللہ استغفر اللہ: اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرمائے اور مجھے ایسے نفع سے بچائے کہ ظاہراً تو انسان حدیث پر عمل کا دعوے دار ہو لیکن باطن میں جہالت، کم علمی، غرور اور اپنے آپ کو سب سے افضل سمجھنے کی ذہنیت کا رفرما ہو آمین۔

الاختتام مع السلام

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

ہم اہلسنت ہیں یا اہلحدیث؟

ابوسعید محمد عابد عمر غفرلہ خادم التدریس جامعہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال

چند بنیادی امور

مسلمانان اہل سنت والجماعت جو قیامت تک کے لئے بزبان نبوت اہل حق کا مسلمہ طبقہ ہے، کے مذہب کی بنیاد چار چیزوں پر استوار ہے ① قرآن ② حدیث ③ اجماع ④ اور قیاس۔ یہی چار قوائم ہیں جن کے سہارے عمارت اسلام وجود پذیر ہے اور تاقیامت رہے گی، ان ستونوں میں سے جو کسی ستون کا بھی انکار کرتا ہے تو اس کا دین و ایمان دھڑام سے گر پڑتا ہے، سوئے قسمت بعض بد بختان زمانہ اس نامبارک کام میں زندگی بھر مصروف رہتے ہیں اور ان قوائم کی بیخ کنی میں اپنا قیمتی وقت ضائع کرتے رہتے ہیں، ان میں سے بعض تو قرآن مجید پر ہی بد اعتدائی کا اظہار کر دیتے ہیں، بعض انکار حدیث کے درپے ہو جاتے ہیں اور بعض اجماع امت کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ آپ خود اندازہ فرمائیں کہ جو اپنے دین کے پائے خود ہی کاٹنے بیٹھ جائے اس کے دین و ایمان کے صحت کی ضمانت کیسے دی جاسکتی ہے، جس طرح کہ تحت اور کرسی وغیرہ، اب بندہ اس کی توڑ پھوڑ میں لگ جائے اور ٹوٹی پھوٹی نشست گاہ ہی کو پسند کر لے تو اس کا ٹیڑھا پن کون سیدھا کر سکتا ہے، یہی حال دین کے ان چار ستونوں کا ہے جو بھی کسی ایک دین کے پائے کی جڑیں کاٹنے بیٹھے گا تو اپنے ایمانی ٹیڑھے پن کا وہ خود ہی ذمہ دار ہوگا اور اس پر مستزاد یہ کہ اپنی کجروی بھی نہ سمجھے تو اس کا عقلی و ایمانی ٹیڑھا پن کبھی سیدھا نہیں ہو پائے گا۔

اہل قرآن“ ایک جدید اصطلاح

آج کل دین اسلام کو جن لوگوں نے بازیچہ اطفال بنا رکھا ہے وہ اسی مرض کا شکار نظر آتے ہیں، بعض نے تو براہ راست قرآن مجید پر بد اعتدائی کر رکھی ہے، ظاہر ہے جو قرآن مجید جیسی کامل و مکمل کتاب پر اعتقاد نہیں کر سکتا تو اس کا دین اسلام سے کیا واسطہ اور کیسا تعلق؟ (فہای حدیث بعدہ یومنون)، اسی طرح بعض وہ لوگ جو نئی تعلیم سے آراستہ و نخل یورپ سے پیوستہ ہیں، وہ حامل قرآن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

پر اعتماد کرنے کو تیار نہیں اور کہتے پھرتے ہیں کہ حدیثیں کون ہوتی ہیں ہمیں ایمان واحکام اسلام سمجھانے والی ہم خود ہی اللہ ﷻ کی کتاب سمجھیں گے، ایسے طبقہ کا کفر بھی عیاں اور واضح ہے، اس طبقہ کی خود سری و عجب پسندی تو دیکھیے کہ چودہ سو سال کے اسلاف سے یکسر بے نیاز ہو کر نیز جس ذات عالی ﷺ پر قرآن کریم کا نزول ہوا انہیں کو درمیان سے نکال کر یہ طبقہ قرآن کریم سمجھنے چلا ہے، جس کو چودہ صدیوں سے کوئی فرد بشر نہیں سمجھ پایا۔ العیاذ باللہ

محمدی، اثری و سلفی اصطلاحات

اسی طرح ایک طبقہ امت میں ایسا بھی موجود ہے جو قرآن وحدیث کا نام تو استعمال کرتا ہے لیکن سنت مطہرہ اور اجماع امت اور قیاس کی مخالفت پر ادھار کھائے بیٹھا ہے، اس طبقہ نے اہلسنت والجماعت کی شاہراہ ہدایت سے راہ فرار اختیار کیا اور ”محمدی“ نام کی چھتری بنائی، لیکن اس پر بھی چین نہ آیا تو ”اثری“ نام رکھ لیا پھر بھی قلبی تسکین میسر نہ ہوئی تو ”سلفی“ کی اصطلاح گھڑ لی اور جب یہاں بھی مزعومہ نتائج کا حصول نہ ہو سکا تو ”اہلحدیث“ کا روپ دھار لیا (ایسے مذہب سے اللہ کی پناہ جو عورتوں کی طرح نت نئے لباس بدلتا ہے اور سکون قلبی کی دولت سے پھر بھی محروم ہے) نیز ائمہ فقہاء کی تقلید سے جان چھڑانے کے چکر میں محدثین کی تقلید کے جال میں جا پھنسے، پوری امت کو فقہاء کی تقلید کرنے پر کوستے ہیں اور خود ائمہ محدثین کی اندھی تقلید پر راضی برضا ہیں، حالانکہ جن محدثین کی کوری تقلید پر ایمان جمائے بیٹھے ہیں وہ سب کے سب فقہاء اربعہ کے مقلد ہیں ان میں سے کوئی بھی غیر مقلد نہیں، فقہاء سے بھاگے تھے کہ وہاں بہت زیادہ اختلاف ہے لیکن وہی اختلاف تو یہاں بھی ہے ایک روایت امام ابو داؤد رحمہ اللہ لیتے ہیں تو امام بخاری رحمہ اللہ نہیں لیتے، ایک کو امام ابن ماجہ رحمہ اللہ قبول کرتے ہیں امام مسلم رحمہ اللہ نہیں لاتے آخر کیوں؟ اس لئے کہ دونوں کے روایات کے لینے اور قبول کرنے کے طریقے مختلف ہیں، جس شرط کا ایک لحاظ کرتا ہے دوسرا نہیں کرتا، تو باوجود ان اختلافات کثیرہ کے یہ لوگ محدثین کے اختلافات کو تو نظر انداز کرتے ہیں اور فقہاء کے اختلافات کو اچھالتے پھرتے ہیں، اسی طرح بعض روایات پر ایک محدث ضعیف کا حکم لگاتا ہے اور دوسرا انہی روایات پر اپنی ترجیحات کے مطابق صحیح کا حکم لگا دیتا ہے لیکن محدثین کے اس واضح ترین اختلاف کو بھی یہ لوگ نظر انداز کر دیتے ہیں۔

اجماع صحابہ واجماع امت کا انکار

یہ طبقہ دین متین کے تیسرے بڑے ستون اجماع امت سے بھی سخت ناراض ہے، چاہے وہ اجماع صحابہ کرام رحمہ اللہ کا ہی کیوں نہ ہو۔ مذکورہ بالا تینوں طبقے (یعنی منکرین قرآن، منکرین حدیث اور منکرین فقہ) تفریق کی چادر میں اپنا بچاؤ کرتے اور اسلام کو سات سلام کہنے کے باوجود اسلام سے چٹے رہنے ہی میں اپنی عافیت سمجھتے ہیں۔ غیر مقلدین اجماع امت سے کس درجہ متنفر اور کبیدہ خاطر ہیں، حالانکہ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے ”اتبعوا سواد الاعظم“ نیز ”لا تجتمع امتی علی الضلالة“ کہ میری امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہو سکتی۔ لہذا دور خلفاء راشدین رحمہ اللہ میں جتنے مسائل پر صحابہ کرام رحمہ اللہ کا اجماع منعقد ہوا یہ طبقہ ان کا صریح باغی اور ”میں نہ مانوں“ کی ضد پر اڑا ہوا ہے۔ فی الوقت اس کی چار مثالیں قارئین کی نذر ہیں:

① دور فاروقی رحمہ اللہ میں یہ پریشانی پیدا ہوئی کہ ہمبستری میں اگر انزال منی نہ ہو تو کیا کیا جائے؟ یہاں چونکہ دو طرح کی روایات ملتی ہیں، بعض روایات میں ہے الماء من الماء کہ بندہ جب ہمبستری کرے تو جب تک انزال ماء نہ ہو غسل واجب نہیں ہوتا اور بعض میں یوں وارد ہے ”اذ انقضى المختانان فقد وجب الغسل“ کہ میاں بیوی باہم ملاپ کریں تو انزال ہو یا نہ، غسل بہر حال واجب ہو جاتا ہے، اسلئے بعض صحابہ کرام رحمہ اللہ پہلی روایت کے مطابق عدم غسل کا فتویٰ جاری فرماتے تھے اور بعض دوسری روایت کے مطابق غسل کے وجوب کا، ایک مرتبہ حضرت عمر رحمہ اللہ نے تمام اکابر صحابہ رحمہ اللہ کو جمع فرما کر فرمایا کہ آج اس کا فیصلہ ہو جانا چاہئے کہ کس روایت کے مطابق فتویٰ دیا جائے، چنانچہ ایک قاصد سیدہ حفصہ رحمہ اللہ کی طرف روانہ فرمایا کہ وہ اس صورت قنارے کا جواب دیں، لیکن انہوں نے فرمایا کہ میرے ساتھ ایسی صورت کبھی پیش نہیں آئی، چنانچہ پھر اسی قاصد کو سیدہ عائشہ رحمہ اللہ کے پاس بھیجا گیا تو انہوں نے جواباً فرمایا ”ایسی صورت حال ہمارے درمیان پیش آئی ہے اور بغیر انزال کے ہم نے غسل بھی فرمایا ہے“ یہ جواب امیر المومنین کو پہنچا تو آپ نے فرمایا الحمد للہ آج فیصلہ ہو گیا اب اگر کسی نے حدیث اول (الماء من الماء) پر فتویٰ دیا، یا اس پر عمل کیا تو اس کو سزا دی جائے گی۔

② خلافت فاروقی رحمہ اللہ میں یہ مسئلہ بھی اٹھا کہ دور نبوت میں طلاق دینے کی صورت یہ ہوتی تھی کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو تین طلاق دیتا تھا تو ایک طلاق کے بعد کی دو طلاقیں مراد نہیں لیتا تھا بلکہ انکو پہلی

طلاق کی تاکید بنا تا تھا یعنی صرف اسی پہلی طلاق کو موکد کرنے کے لئے دوبارہ وہی الفاظ دہرا دیتا تھا مگر اس سے مراد مستقل طلاق نہیں ہوتی تھی لیکن اب حال یہ ہے کہ نئے نئے لوگ مسلمان ہو چکے ہیں جن کی تربیت اس سچ کی نہیں ہے جیسی تربیت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تھی اب یہ لوگ، بعد والے دو جملوں سے بھی مستقل طلاق کا ہی قصد کرتے ہیں مگر تین دینے کے بعد کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے پہلی طلاق کی تاکید مراد لی تھی، لہذا اب حکم کیا لگے گا؟ چنانچہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں اجماع منعقد ہو گیا کہ اس نئی صورت حال میں تین طلاق دینے سے تین ہی واقع ہوں گی، تین سے ایک نہیں ہوگی۔

⑤ دور فاروقی رضی اللہ عنہ میں بیس رکعات نماز تراویح باقاعدہ باجماعت شروع ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمیم داری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ رمضان میں باجماعت بیس رکعات نماز لوگوں کو پڑھائیں، بلکہ تفسیر الدر المنثور میں تو یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو میں نے مشورہ دیا تھا کہ یہ نماز باجماعت ادا ہونی چاہئے، اب مسئلہ یہ درپیش ہوا کہ کتنی رکعات پڑھی جائیں؟ ایک حدیث میں چونکہ بیس کی تعداد منقول تھی (یہ روایت اگرچہ درجہ ضعف میں ہے مگر اس کا کراؤ کسی قوی روایت سے چونکہ نہیں ہو رہا، اسلئے اس پر عمل کرنے میں کچھ حرج بھی نہیں) لہذا بیس کے عدد کو مقرر کر دیا گیا اور یہ مسئلہ بھی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع سے طے ہو گیا اور کسی نے بھی نہیں کہا کہ یہ بدعت عمری ہے، جیسے یہ آوارہ قسم لوگ کہہ دیتے ہیں۔ یہاں ایک اور بات ذہن نشین فرمائی جائے کہ یہ لوگ دھوکہ دینے کے لئے ایک روایت کا غلط مفہوم بیان کرتے رہتے ہیں کہ ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ ہر رمضان اور غیر رمضان میں بیس رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے“ اور اس سے استدلال کرتے پھرتے ہیں کہ تراویح کی رکعات میں نہیں بلکہ آٹھ ہیں، ان کا یہ استدلال کئی وجوہ سے فاسد ہے، اولاً اسلئے کہ اگر رمضان اور غیر رمضان میں آپ ﷺ کی رکعات کی تعداد یہی ہوتی تھی تو پھر یہ لوگ غیر رمضان میں کہاں ہوتے ہیں؟ یہ اچھے محمدی ہوئے کہ بیٹھا بیٹھا ہضم اور کڑوا کڑوا تھو، آدمی روایت لے لی اور آدمی پر عمل ترک کر دیا، ثانیاً اگر مدار روایت عائشہ رضی اللہ عنہا پر ہی رکھنا ہے تو پھر اس روایت میں جماعت بھی ثابت کیجئے، کیونکہ اس میں جماعت کا تو کوئی ذکر ہی نہیں حالانکہ غیر مقلدین یہ رکعات رمضان میں جماعت سے ادا کرتے ہیں، ثالثاً یہ کہ ان روایات کا عمل بھی تلاش فرما دیجئے جن میں وارد ہے کہ رمضان میں آپ ﷺ کی عبادت سال کے گیارہ مہینوں کی عبادت سے کئی گنا بڑھ جاتی تھی، حالانکہ آپ لوگ تو یہی کہہ جارہے ہیں کہ نہیں آپ مزید کوئی نئی

عبادت نہیں کرتے تھے سوائے ان آٹھ رکعتوں کے۔ لہذا حاصل بحث یہ ہوا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات بھی درست ہے کہ آپ کی نماز تہجد آٹھ رکعت ہی تھی رمضان اور غیر رمضان میں، تاہم رمضان میں مزید بھی عبادت ہوتی تھی جو سخت جان توڑ تھی اور وہ تراویح کی ہی عبادت تھی۔

⑥ خلافت عثمانی رضی اللہ عنہ میں یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ آبادی دور دور تک پہنچ گئی ہے اور نئی کھپ بہت زیادہ اسلام کی طرف راغب ہو چکی اور مسلسل ہو رہی ہے، جمعہ کے موقع پر بھی اکثر و بیشتر خطبہ شروع ہو جاتا ہے پھر بھی لوگ آتے رہتے ہیں، چنانچہ مشاورت کے بعد طے پایا کہ ایک اذان کا اضافہ کر دیا جائے تاکہ پہلی اذان کے بعد لوگ آجایا کریں اور کسی کی نماز جمعہ خراب نہ ہو الحمد للہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس تجویز کو پسند کیا گیا اور باجماع اذان ثانی مقرر کر دی گئی، جو بعد اللہ تسلسل سے آج تک رائج پذیر ہے۔ یہ چار مثالیں تو بطور نمونہ قلمبند کر دی گئیں ہیں اگر مسئلہ ہذا کی تفصیل کی جائے تو کئی اوراق سیاہ ہو سکتے ہیں۔ صرف یہی بات نہیں کہ یہ لوگ اجماع صحابہ سے بھاگے بلکہ یہ آوارہ قسم کے لوگ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی ان سنتوں کے بھی منکر ہو گئے جن کے سنیت کی خبر خود نبی اکرم ﷺ نے امت کو دی تھی چنانچہ فرمایا ”علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المهديين“ لیکن ان حضرات کے نزدیک فرامین نبوی ﷺ کی مخالفت ایک عام سی چیز ہے اگر یہ ساری امت سے الگ تھلگ ہو کر بھی اسلام کے دعوے دار بلکہ ٹھیکیدار بن سکتے ہیں تو انہیں اس بات کی کیا پرواہ کہ خلفاء راشدین کی سنتوں کا انکار کریں یا اجماع امت پر ہاتھ صاف کرتے پھریں۔

قیاس اور تفقہ فی الدین کا انکار

اجماع امت کے ساتھ ان کے اس نامناسب رویہ کو جب جان لیا گیا تو اب یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں ہوگا کہ ان لوگوں کا قیاس کے ساتھ کیا برتاؤ ہے کیونکہ قرآن وحدیث کے بعد تیسرے نمبر کی بڑی دلیل اجماع، جب ان کے ہاں نفرت کی ایک علامت ہے تو کیا مجال کہ چوتھی دلیل قیاس ان کے ہاں کچھ وقعت پاسکے، ائمہ فقہاء رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کا بغض وعناد اسی لئے تو ہے کہ یہ حضرات جہاں پر نص موجود نہ ہو وہاں امر غیر منصوص کو اسی سے ملتے جلتے امر منصوص پر قیاس کر کے ایک حکم نکال لیتے اور امت کیلئے آسانیاں پیدا کر دیتے ہیں کیونکہ ہر کس ونا کس کے بس کی بات تو ہے نہیں کہ وہ فاعبر وایا اولی الابصار پر عمل پیرا ہو کر قرآن وحدیث سے مسائل اخذ کر سکے۔ اسلاف سے بغض دین وایمان کو مونڈ کر کے رکھ دیتا ہے، اسی

لے اللہ تعالیٰ نے مومنین کو یہ دعائیں فرمائی ہے وَلَا تَجْعَلْ فِی قُلُوبِنَا غِلًا لِلَّذِینَ آمَنُوا، بہر حال ہم یہاں تھوڑی سی بات اسی حوالے سے بھی کرنا چاہیں گے کہ اسلاف اور ائمہ کرام رحمہم اللہ کے ساتھ بغض کی وجہ سے بہت بڑا وبال سر پرزاتا ہے اور اس امر شیعہ سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوتے ہیں کیونکہ زمانہ کے لحاظ سے گزرے ہوئے لوگ بعد والوں کے محسن ہیں اور ان سے بغض بے جا احسان ناشناسی ہے، چنانچہ علماء حدیث کے ایک مستند عالم دین مولانا داؤد غزنوی رحمہم اللہ فرماتے ہیں ”ائمہ دین رحمہم اللہ نے جو دین کی خدمت کی ہے امت قیامت تک ان کے احسان سے عہدہ برائیں ہو سکتی، ہمارے نزدیک ائمہ دین رحمہم اللہ کے لئے جو شخص سوء ظن رکھتا ہے یا زبان سے ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے یہ اس کی شقاوت قلبی کی علامت ہے اور میرے نزدیک اس کے سوائے خاتمہ کا خوف ہے ہمارے نزدیک ائمہ دین رحمہم اللہ کی ہدایت و درایت پر امت کا اجماع ہے“ (داؤد غزنوی، ص ۳۷۳) مولانا داؤد غزنوی رحمہم اللہ اربعہ رحمہم اللہ کا بہت زیادہ اکرام و احترام فرمایا کرتے تھے چنانچہ مولانا کے حالات پر لکھی جانے والی کتاب میں مصنف مولانا محمد اطلق صاحب لکھتے ہیں ”ائمہ کرام رحمہم اللہ کا ان کے دل میں انتہائی احترام تھا حضرت امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کا اسم گرامی بے حد عزت سے لیتے تھے ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر تھا جماعت اہلحدیث کی تنظیم کے متعلق گفتگو شروع ہوئی، بڑے دردناک لہجے میں فرمایا مولوی اطلق: جماعت اہلحدیث کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کی روحانی بددعا لے کر بیٹھ گئی ہے، ہر شخص ابوحنیفہ ابوحنیفہ کہہ رہا ہے کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے تو امام ابوحنیفہ کہہ دیتا ہے۔ پھر ان کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے یا زیادہ سے زیادہ گیارہ، اگر کوئی بہت زیادہ احسان کرے تو وہ انہیں سترہ حدیثوں کا عالم گردانتا ہے، جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطہ نظر رکھتے ہوں، ان میں اتحاد و یکجہتی کیونکر پیدا ہو سکتی ہے، یا غربة العلم انما اشکوا بشی و حزن الی اللہ (داؤد غزنوی، ص ۱۲۷) غیر مقلدین کی غربت علمی کا ماتم کرنے والے حنفی نہیں بلکہ انہی کے مسلمہ عالم دین ہیں، جنہوں نے کمال دیانت و تمام بات کہہ دی ہے جو آج کل ہر غیر مقلد کی فطرت ثانویہ اور انکے آوارہ پنے کی پہچان بن چکی ہیں۔ ایک اور غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کی اس تحریر کو بھی پڑھتے جائیں کہ ”مولانا ثناء اللہ مرحوم امرتسری رحمہم اللہ نے مجھ سے بیان کیا کہ جن ایام میں میں کانپور میں مولانا احمد حسن کانپوری رحمہم اللہ سے علم منطق کی تحصیل کرتا تھا، اختلاف مذاق و مشرب کے سبب سے احتاف سے میری گفتگو

رہتی تھی، ان لوگوں نے مجھ پر یہ الزام تھوپا کہ تم اہلحدیث لوگ ائمہ دین کے حق میں بے ادبی کرتے ہو، میں نے اس کے متعلق حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی یعنی شیخ الکل حضرت سید نذیر حسین صاحب رحمہم اللہ سے دریافت کیا تو آپ نے جواب میں کہا کہ ہم ایسے شخص کو جو ائمہ دین کے حق میں بے ادبی کرے چھوٹا رافضی جانتے ہیں، علاوہ ازیں میاں صاحب مرحوم معیار الحق میں امام صاحب رحمہم اللہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں امامنا و سیدنا ابو حنیفۃ النعمان الفاضل اللہ علیہ شایب العفو والغفران“ (حاشیہ تاریخ اہلحدیث، ص ۸۰) نیز اسی کتاب میں مولانا محمد ابراہیم لکھتے ہیں کہ ”ہر چند کہ میں سخت گنہگار ہوں لیکن یہ امان رکھتا ہوں اور اپنے صالح اساتذہ جناب مولانا ابو عبد اللہ غلام حسن صاحب مرحوم سیالکوٹی اور جناب مولانا حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم محدث وزیر آباد کی محبت و تلقین سے یہ بات یقین کے رتبے تک پہنچ چکی ہے کہ بزرگان دین رحمہم اللہ خصوصاً حضرات ائمہ متبوعین رحمہم اللہ سے حسن عقیدت نزول برکات کا ذریعہ ہے“ نیز مولانا وزیر آبادی رحمہم اللہ کے متعلق مزید لکھتے ہیں کہ ”آپ ائمہ متبوعین رحمہم اللہ کا بہت ادب کرتے تھے، چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ائمہ دین رحمہم اللہ خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کی بے ادبی کرتا ہے اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا“ (تاریخ اہلحدیث، ص ۲۲۸)

ائمہ فقہاء سے بغض کا بھیانک انجام

سوء خاتمہ کی دو چار مثالیں بڑے ہی اختصار کے ساتھ ہم لکھتے ہیں جو مناظر اسلام مولانا محمد امین صاحب صفدر رحمہم اللہ کے رسالہ ”امام اعظم رحمہم اللہ غیروں کی نظر میں“ موجود ہیں اور حضرت نے ان ہی کی کتب سے ان کو جمع کیا ہے ① حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہم اللہ نے مولانا عبد الجبار غزنوی رحمہم اللہ کی ولایت کا ایک واقعہ سنایا، وہ واقعہ یوں تھا کہ امرتسر میں ایک محلہ تیلیاں تھا، جس میں اہلحدیث حضرات کی اکثریت تھی، وہاں عبدالعلی نامی ایک مولوی امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے تھے وہ مدرسہ غزنویہ میں مولانا عبد الجبار غزنوی رحمہم اللہ سے پڑھا کرتے تھے، ایک بار مولوی عبدالعلی نے کہا کہ ابوحنیفہ سے تو میں اچھا ہوں اور بڑا ہوں کیونکہ انہیں صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں اور مجھے ان سے کہیں زیادہ یاد ہیں، اس بات کی اطلاع مولانا عبد الجبار کو پہنچی، وہ بزرگوں کا نہایت ادب و احترام کیا کرتے تھے، انہوں نے یہ بات سنی تو ان کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا اور حکم دیا کہ اس نالائق کو مدرسے سے نکال دو، وہ طالب علم مدرسے سے جب نکلا گیا تو مولانا عبد الجبار غزنوی رحمہم اللہ نے فرمایا مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص عنقریب مرتد ہو جائے گا، مفتی محمد

حسن بصریؒ راوی ہیں کہ ایک ہفتہ نہ گذرا تھا کہ وہ شخص مرزائی ہو گیا اور لوگوں نے ذلیل کر کے مسجد سے نکال دیا۔ اس واقعہ کے بعد کسی نے مولانا عبد الجبار غزنویؒ سے کسی نے سوال کیا حضرت: آپ کو کیسے علم ہو گیا تھا کہ وہ عنقریب کافر ہو جائے گا؟ تو فرمانے لگے مجھے جب اس کی گستاخی کی اطلاع ملی، اس وقت بخاری شریف کی یہ حدیث قدسی میرے سامنے آگئی کہ من عادلی ولیاً فقد اذنتہ بالحربہ یعنی جس شخص نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی تو میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں، میری نظر میں امام ابوحنیفہؒ چونکہ ولی تھے، جب اللہ کی طرف سے اعلان جنگ ہو گیا تو جنگ میں ہر فریق دوسرے کی اعلیٰ چیز کو چھینتا ہے، اس لئے اس شخص کے پاس ایمان کیسے رہ سکتا تھا؟ (داؤد غزنوی، ص ۱۹۲)۔ ۵) ”امرتہ میں سب سے پہلے عمل بالمحدیث شروع کرنے والے حافظ محمد یوسف صاحب ڈپٹی کلکٹر پنشنر مرزا غلام احمد قادیانی کے موید اور حامی بن گئے تھے“ (اشاعت السنہ، ص ۱۱۲، ج ۲) ۶) مولانا محبوب احمد صاحب لکھتے ہیں ”جہاں تک مجھے علم ہے وہ یہ کہ امر تر و گرد و نواح میں جس قدر مرتد عیسائی ہیں یہ پہلے غیر مقلد ہی تھے“ (الکتب الجید، ص ۸) ۷) اسی طرح کا ایک واقعہ مولانا محمد اسحاق صاحب نے دور اول کا بھی بیان کیا ہے کہ نعیم بن حماد خزاعی (استاذ امام بخاریؒ) کدورت میں اتنے آگے آگے تھے کہ احناف کے خلاف کئی کتابیں لکھیں اور خدا خونی سے اتنے بے نیاز کہ امام ابوحنیفہؒ کے خلاف جھوٹی حدیثیں گھڑنے کی جرات بھی کر لیتے تھے، زندگی کے آخری دور میں امام ابوحنیفہؒ کی روحانی بددعا نے اثر دکھایا، ہتھکڑیاں پہنا کر قید کر لئے گئے اور وہیں موت واقع ہو گئی اور بغیر جنازے کے گڑھے میں ڈال دیئے گئے، دیکھئے تاریخ بغداد، ص ۳۱۴۔

امام اعظمؒ کے ساتھ دل کے کینے اور بغض کی مثالیں عصر حاضر میں تو دافر مقدار میں دستیاب ہیں، جن کو بیان کرنے کی نہ تو حاجت ہے اور نہ ہی یہ رسالہ اس کا مقمل ہے، مقصد تو عوام الناس تک بات کو پہنچانا ہے سو وہ مقصد مذکورہ بالا مثالوں سے حاصل ہو چکا اسلئے ان واقعات کو سرمہ بصیرت بنا کر خدا عزوجل کی پکڑ سے بچنے کی فکر کرنی چاہئے کیونکہ اللہ جل جلالہ اپنے خلاف نازیبا بات برداشت کر لیتا ہے مگر اپنے پیاروں کے خلاف کچھ سننے کے لئے تیار نہیں، یہ لوگ ائمہ کبارؒ کے خلاف جو ہڑگوںگ مچائے بیٹھے ہیں اس کا ایک اثر تو دیکھنے میں آ بھی رہا ہے کہ یہ لوگ کارشنیج میں اتنے آگے جا چکے ہیں کہ حضرات صحابہ کرامؓ کی چادریں اچھالنے سے بھی دریغ نہیں کرتے ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے اور شیعہ کی طرح

ان کو مجروح کرنے میں ایک مکروہ مثال بنے ہوئے ہیں یہ طبقہ اس بات کو بار بار سوچے کہ ائمہ فقہاء اور اسلاف کرامؒ کے بغض نے ان کو کہاں لاکھڑا کیا ہے؟ مولانا محمد اسحاق صاحب نے بڑی عمدہ بات لکھی ہے کہ ”الناس فی ابی حنیفۃ حاسد او جاہل، یعنی امام اعظم ابوحنیفہؒ کے بارے بری رائے رکھنے میں لوگ یا تو حاسد ہیں یا ان کی عظمت سے ہی بے خبر ہیں۔“

سطور بالا میں ہم نے اہل سنت والجماعت کے جن چار بنیادی و اساسی دلائل کا تذکرہ کیا تھا، اس سے یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ اہل سنت وہی ہو گا جو ان چار چیزوں کو اساس تسلیم کرے گا بصورت دیگر اس کا اہل سنت سے کچھ لینا دینا نہیں، پہلی دو چیزیں (قرآن وحدیث) تو اس قدر اہل اور واضح، مضبوط اور قوی ہیں کہ اساس اہل سنت ہونے کے ساتھ ساتھ اساس ایمان بھی ہیں اس لئے ان کا انکار کرنا تو دائرہ اسلام سے ہی نکل جاتا ہے اور بعد کی دو چیزوں (اجماع اور قیاس) کے انکار سے منحرف دائرہ اسلام سے تو نہیں نکلتا البتہ اہل سنت والجماعت کے دائرہ سے ضرور باہر ہو جاتا ہے۔ جس طرح پہلی بیماری کے شکار افراد اور طبقات کو ان کے ہزار شور مچانے اور اسلام اسلام کے نعرے لگانے کے باوجود اسلام پناہ نہیں دیتا، بعینہ اسی طرح دوسرے نمبر کے بیمار (منکر اجماع و قیاس) کے ہزار چیخنے چلانے کے باوجود ”اہل سنت“ کا عنوان صافی قبول کرنے اور اپنے سایہ میں لینے سے صاف انکار کر دیتا ہے، گویا یہ یہ دوا ایسے عنوان ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے چنیدہ ہیں اور ایسے قوی و توانا ہیں کہ ہر رومی کو اٹھا کر اس کو اس کے اصل مقام تک پہنچا دیتے ہیں۔

نئی اصطلاح ”الجمحدیث“ کے ثبوت کا مسئلہ!

آخر میں ایک گزارش ہماری طبقہ ثانیہ سے یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے فرامین مقدسہ پر بغور نگاہ کی جائے تو یہ بات بالکل عیاں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کئی ایک مقامات پر اپنی سنت کو لازم پکڑنے کا حکم صادر فرمایا ہے مثلاً ”علیکم بسنتی“ کہ تم پر میری سنت لازم ہے، ”توکت فیکم امرین کتاب اللہ وسنتی“ اور ”من تمسک بسنتی عند فساد امتی الخ“ اسی طرح محدثین بھی جب اس موقع پر باب باندھتے ہیں تو لکھتے ہیں ”کتاب الاعتصام بالسنہ“ لیکن کہیں بھی حدیث پر عمل پیرا ہونے کا حکم نہیں ملتا، لہذا غیر مقلدین سے عرض ہے کہ وہ ایسی ایک حدیث دکھائیں، جس میں حکم ارشاد ہو ”علیکم بسنتی“ یا ”علیکم مذہب اہل الحدیث“ کہ لوگو تم پر مذہب اہل الحدیث لازم ہے، لاکھوں

احادیث کے ذخیرہ میں سے صرف ایک حدیث کا تقاضہ ہے، کیا کوئی غیر مقلد اپنے مذہبی شخص کی لاج رکھنے کے لئے یہ کڑوی گولی نگلنے کے لئے تیار ہے؟ ہا تو اب رہا انکم ان کنتم صدقین۔ لیکن اگر وہ اس بات کو ثابت نہ کر سکیں اور انشاء اللہ کبھی نہ کر سکیں گے، تو خدا را اپنے شر کو اپنے تک محدود رکھیں اور اتنے بلند بانگ دعووں سے بھی پرہیز کریں جن کا ثابت کرنا ان کے بس میں نہ ہو۔

لیکن اس کے برعکس ہم تو یہ بھی عرض کرنے کی جسارت کرتے ہیں کہ ”المحدث“ نام رکھنا کسی طرح سے درست نہیں، کیونکہ نسبت الی الحدیث تب درست ٹھہرتی جب دین کے تمام مواقع اور ہر معاملہ میں ایک حکم نبوی دوسرے حکم کے معارض وارد نہ ہو، حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ایک مسئلہ میں کتنے کتنے فرامین وارد ہیں جو باہم مختلف اور ظاہراً متعارض ہیں، کہ اگر ایک پر عمل کیا جائے تو دوسرے کو ضرور چھوڑنا لازم آتا ہے۔ مثلاً نماز ہی کو لے لیں جو اسلام لانے کے بعد عملاً سب سے پہلا اور آخرت کی باز پرس کے حوالہ سے بھی پہلا عمل ہے، کہ اس میں داخل ہوتے ہی آپ کو اس قسم کے اختلافی احکام کا سامنا کرنا پڑ جائے گا، جیسے کہ رفع یدین میں ہاتھوں کو کہاں تک بلند کیا جائے اس میں کئی روایات وارد ہیں ① کندھوں کے برابر تک ہاتھوں کا اٹھانا ② کانوں کے نرموں تک اٹھانا ③ کانوں کے اوپر تک اٹھانا، اسی طرح جب ہاتھوں کو باندھیں گے تو بھی ایسی ہی صورت حال کا سامنا ہوگا ④ بعض روایات میں وضع الکف علی الکف مذکور ہے ⑤ بعض میں وضع الید علی الساعد مذکور ہے ⑥ اور بعض میں اخذ الشمال بالیمین، پھر یہ کہ باندھنا کہاں ہے؟ ⑦ بعض روایات میں علی الصدر (سینہ پر) باندھنا وارد ہے ⑧ اور بعض میں تحت السرہ (ناف کے نیچے) اب آئیے افتتاحی ادعیہ کی طرف کہ نماز کن الفاظ شروع کی جائے، بعض روایات سے سبحانک اللہم وبحمدک کے پڑھنے کا ثبوت ملے گا اور بعض روایات میں انسی وجہت وجہی للہدی کا، یہ تو افتتاحیات نماز کا مذکور ہوا بھی تو قیام، قرات، رکوع، سجود، قومہ، جلسہ، نشست و برخاست، میں اختلافات کی طویل ترین فہرست پیچھے پڑی ہے جن کو دیکھ کر ایک عامی اور سطحی علم رکھنے والا تو گھبرا ہی جائے گا۔ لہذا اب ایک فقیہ کی ضرورت پڑے گی جو سوچ و بچار کے بعد حدیث اور سنت کا فرق بیان کرے گا اور اپنے قائم کردہ معیار کے مطابق ان میں سے بعض احادیث پر سنت کا حکم لگائے گا کہ ان احادیث میں سے یہ سنت ہے اور یہ نہیں، بلکہ کسی عارضے کی وجہ سے ہے یا آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ ہی خاص ہے اور یا منسوخ ہے۔ اب اس فقیہ نے انکار کسی حدیث

کا نہیں کیا صرف اتنا کیا کہ ان احکام میں سے بعض احکام پر قرآن و شواہد کی امداد سے سنت جاریہ کا حکم صادر کر دیا اور بقیہ احادیث احادیث ہی رہیں صرف یہ کہ ان پر سنت کا اطلاق نہیں کیا جا سکا لیکن فقیہ کی اس خدمت کی وجہ سے ایک عامی آدمی کی تسلی کا کافی و دافی سامان ہو گیا کہ اس کو اختلاف سے یکسو ہو کر کامل خشوع و خضوع سے عبادت کرنے کی توفیق مل گئی ورنہ ان احکام کے جھمکے میں عبادت تو کیا کرتا الٹا پریشان حالی میں احادیث کا ہی انکار کر بیٹھتا۔

یہ تو ہوئی ایک فقیہ کی خدمت، اب دیکھئے ایک سفیہ کی کاوش کو کہ وہ اپنی بے علمی کی وجہ سے اپنی من پسند احادیث کو علحیدہ کرتا چلا جائے گا اور تفقہ کی دولت سے تہی دست ہونے، نیز فقہ سے بغض رکھنے کی پاداش میں باقی احادیث کو یا تو ضعیف کہہ کر رد کرے گا یا خدا خونی سے یکسر بے نیاز ہو کر سینکڑوں، ہزاروں حدیثوں کا پوری ڈٹھائی سے انکار کر دے گا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون، یہ افسانہ نہیں، حقیقت ہے، اس دور کے غیر مقلدوں کے امام ناصر البانی نے یہی کچھ تو کیا ہے اس اللہ کے بندے نے کتب صحاح ستہ کے دو دو حصے بنادیئے ہیں اور کہا ہے کہ یہ ابوداؤد صحیح اور یہ ضعیف ہے، یہ ابن ماجہ صحیح ہے اور یہ ضعیف ہے (یاد رہے کہ ہر غیر مقلد ضعیف روایات کو مردود کے معنی پہناتا ہے، حالانکہ ہمارے نزدیک ضعیف حدیث کا بھی ایک مقام ہے ائمہ فقہاء نے سینکڑوں مواقع پر قیاس صرف اس واسطے ترک کیا ہے کہ یہاں پر روایت موجود ہے اگرچہ وہ ضعیف ہی ہے۔ کیونکہ ضعیف کا مطلب یہ نہیں کہ اس کے متن (یعنی فرمائی گئی بات) میں کوئی کمزوری ہے بلکہ مراد یہ ہوتی ہے کہ روایت ہم تک پہنچانے والوں میں سے بعض میں کچھ کمزوری کا پہلو موجود ہے، یہ تھی ان لوگوں کی خدمت حدیث جو اپنے آپ کو محمدی کہتے نہیں تھکتے اور سینہ زوری سے ہزار ہا حدیثوں کا انکار کرنے سے بھی نہ چوکتے ہیں اور نہ شرماتے ہیں۔

بٹ و ہرمی کی شرمناک مثالیں

ایک بات اس سے بھی زیادہ خطرے کا باعث یہ ہے کہ ایک مسئلہ میں کوئی سی حدیث بھی ان کے پاس نہیں ہوتی (نہ صحیح اور نہ ہی ضعیف) بلکہ الٹا اس کے خلاف پر حدیث وارد ہوتی ہے مگر یہ طبقہ پھر بھی من چاہا طریقہ نہیں چھوڑتا اور حدیث کے خلاف ہی راہ بنانے کی فکر میں سرگرداں نظر آتا ہے۔ سر دست اس کی دو مثالیں عرض کی جاتی ہیں ① ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی کوئی روایت ضعیف سے ضعیف تر بھی ان کے پاس موجود نہیں لیکن اس کے باوجود ان کے عمل کا مشاہدہ ساری دنیا کر رہی ہے کہ ہمیشہ ایک ہاتھ سے منہ

کرنے کو ہی مشغلہ بنائے ہوئے ہیں۔ حالانکہ برخلاف اس کے اہل سنت والجماعت کے پاس کتنی ہی قوی احادیث اس بات پر موجود ہیں کہ آپ ﷺ کی دائمی سنت شریفہ دونوں ہاتھوں سے سلام کرنے کی تھی جیسا کہ بخاری شریف میں ”کتاب الاستیذان، باب الاخذ بالیدین“ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں بصراحت مذکور ہے، فرماتے ہیں کہ میرا ہاتھ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا اس حال میں آپ ﷺ نے مجھے تشہد سکھایا یعنی آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ استعمال فرمائے تھے تبھی تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہاتھ آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہو سکتا ہے، رہی یہ بات کہ میرا ہاتھ آپ ﷺ کے دونوں کے درمیان تھا، سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہوں نے معاذ اللہ ایک ہاتھ استعمال کیا ہو کیونکہ یہ تو صریح سوئے ادبی ہے کہ آپ ﷺ تو دو ہاتھ استعمال فرما رہے ہوں اور صحابی لا پرواہی سے ایک ہاتھ سے سلام کر رہا ہو، ابن مسعود رضی اللہ عنہ اصل میں بتانا یہ چاہ رہے ہیں کہ دیکھو: میرے اس ہاتھ کے مقدر کو کہ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان میں واقع تھا جس کے اوپر اور نیچے نبوت کا ہاتھ تھا۔ ان تمام تصریحات کے باوجود یہ لوگ دونوں ہاتھوں سے سلام کرنے کو اور کرنے والوں کو تمسخر کا نشانہ بناتے اور لا پرواہی سے ایک ہاتھ سے سلام کو بغیر کسی حکم شرعی کے وطیرہ بنائے ہوئے ہیں۔

⑤ عوام الناس اگر کسی ایسے آدمی کا مشاہدہ کریں جو داڑھی ناف تک بڑھائے ہوئے مسجد اور بازار میں سر سے ننگا پھر رہا ہو تو فوراً پہچان جائیں گے کہ یہ منکر فقہ جارہا ہے، کیونکہ اس قسم کی ہیئت کذائیہ ان آوارہ قسم لوگوں کی پہچان سی بن گئی ہے، اب ذرا ان سے پوچھیں کہ چشم بد دور: آپ نے یہ عمل کس حدیث کی روشنی میں اپنا رکھا ہے؟ تو سوائے چپ کے انکے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہوتا، کیونکہ شامل اور خصائل نبوی ﷺ میں کتنی ہی روایات ایسی ہیں جن میں آپ ﷺ کا عمل سر ڈھانک کر رکھنا نقل کیا گیا ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مشرکوں سے ہمارے عمامے کا امتیاز ٹوپی سے ہے وہ ٹوپی کے بغیر عمامہ باندھتے ہیں اور ہم ٹوپی کے اوپر عمامہ۔ ننگے سر رہنا اور چلنا پھرنا شرفا کی علامت کبھی نہ تھی اور نہ ہے۔ مگر یہ مانتے کب ہیں، ہوئے جو غیر مقلد وہی مرغی کی ایک ٹانگ کی رٹ لگائے رکھیں گے اور زندگی بھر سر ڈھانکے کی اس سنت مبارکہ سے محروم رہیں گے۔ اللہ سچا عقیدہ، خالص عمل نصیب فرمائیں اور امت مسلمہ کو ان لوگوں کے شرور سے محفوظ فرمائیں، آمین۔

وصل اللهم وسلم علی محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین والحمد لله رب العالمین

مصنف کی کتب اہل علم کی نظر میں

کتاب کو مختلف مقام سے دیکھا ماشاء اللہ کتاب بحوالہ لکھی گئی ہے، جو دیکھا جتنا دیکھا اس کو مقصد میں مفید پایا، خاص کر اس کتاب کا باب سوم بغض صحابہ سے روکنے کیلئے بہت مفید ہے، لیکن فائدہ اسی کو ہونا ہے جس کے مقدر میں ہدایت لکھی ہے۔ مولانا محمد عابد عمر صاحب زید مجدہم کا جو تصنیفی ذوق ہے اللہ اس میں اور زیادہ برکت عطا فرمائے اور ہر میدان میں اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔

غالب میں حجاب کی
نیابت

(شیخ الحدیث مولانا قاری جمیل الرحمن دامت فیوضہم)



غیر مقلد کی توبہ
ہم انست جلیلا
للہم صل علیہ

کچھ عرصہ سے ایک فرقہ نمودار ہوا ہے جو بلا شرکت غیر سے حدیث پر عمل کا مدعی ہے اور دیگر مسلمانوں بالخصوص اہل علم حضرات کو گمراہ تصور کرتا ہے۔ اہل علم حضرات سے ہماری استدعا ہے کہ ان فرقہ داری اور شرانگیزی کا دلائل وبراہین سے سدباب کریں، ماشاء اللہ میں مولانا محمد عابد عمر صاحب مدظلہ نے دو عمدہ رسالے شائع فرمائے ہیں جن میں تمام دوستوں کے لئے ان کا مطالعہ بے حد مفید ہوگا۔

(مناظر اسلام مولانا عبدالحمید تونسوی دامت برکاتہم)

افضل البشر احمد مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی سیرت عالم انسانیت کے لئے کامل واکمل نمونہ ہے جس پر عمل کر کے انسان، کامل انسان بنتا ہے۔ اس درد و جذبہ سے ہمارے محترم عزیز القدر مولانا محمد عابد عمر زید مجدہم نے سیرت کے حوالہ سے ایک مختصر سی کتاب بہترین انداز میں مرتب فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کتاب سے فائدہ اٹھانے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

(استاذ الحدیث حضرت مولانا محمد شفیق صاحب دامت فیوضہم)



سیرت حضرت